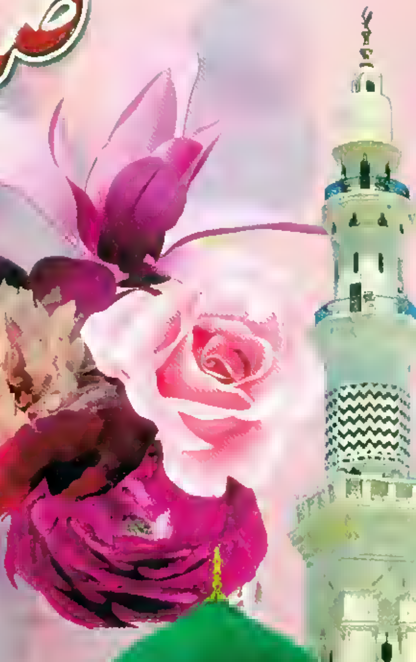
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

صاحبزادیاں رضی اللہ عنہن

جس میں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُم کلثوم، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی مفصل سوانح حیات اور حالات و واقعات درج کیے گئے ہیں جو امت کے لئے نصیحت آموز اور عبرت خیز ہیں۔



مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ معارف القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)

يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ

اے نبی اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دُوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی چادریں نیچی کر لیا کریں۔

(الاحزاب:۵۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں رضی اللہ عنہن

جس میں حضرت زینب، حضرت رُقیہ، حضرت اُمّ کلثوم، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی مفصّل سوانح اور حالات و واقعات درج کیے گئے ہیں، جو اُمّت کے لیے نصیحت آموز اور عبرت خیز ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ

مکتبۂ معارف القرآن کراچی

باہتمام : محمد مشتاق قاسمی
طبع جدید : جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ - مئی ۲۰۱۱ء
مطبع : احمد برادرز پرنٹرز، کراچی۔
ناشر : مکتبۂ معارف القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)
فون : 92-21-35031565, 35123130
ای میل : info@quranicpublishers.com
mm.q@live.com
ویب سائٹ :
ONLINE
www.SHARIAH.com
آن لائن خریداری کے لئے تشریف لائیں۔

ملنے کے پتے

- مکتبہ دار العلوم، کراچی
- ادارۃ المعارف، کراچی
- دار الاشاعت، کراچی
- بیت القرآن، کراچی
- بیت الکتب، کراچی
- مکتبۃ القرآن، کراچی
- ادارہ اسلامیات، کراچی/لاہور
- بیت العلوم، لاہور
- مکتبہ رحمانیہ، لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید، لاہور
- مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
- کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی
- مکتبہ اصلاح و تبلیغ، حیدرآباد
- ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

فہرستِ مضامین

خاتمہ

ضمیمہ

عرضِ ناشر

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

پیشِ نظر کتاب ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاںؓ'' دراصل حضرت مولانا مفتی محمد عاشق اِلٰہی بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفِ کبیر ''سیرتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم''[1] کا ایک باب ہے، جس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس صاحبزادیوں: حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مفصل سوانح اور حالات وواقعات درج کئے گئے ہیں جو اُمت کے لئے نصیحت آموز اور عبرت خیز ہیں۔

اِفادۂ عام کے لئے ''اِدارۃ المعارف کراچی'' اسے الگ شائع کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور قارئین کے لئے اس کتاب کو حقیقی معنی میں نافع بنائے، آمین۔

طالبِ دُعا
محمد مشتاق تنی
اِدارۃ المعارف کراچی

یکم محرم الحرام ۱۴۲۴ھ

(۱) بحمداللہ ''سیرتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم'' کی دو جلدیں ''ادارۃ المعارف کراچی'' سے شائع ہوکر منظرِ عام پر آگئی ہیں۔ (ناشر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اما بعد، اللہ ربّ العزّت نے محض اپنے فضل وکرم سے انسانوں کی ہدایت کے لئے ان ہی میں سے پیغمبر بھیجے تا کہ انسان ان سے اپنی زندگی گزارنے کا وہ طریقہ سیکھیں جو اللہ ربّ العزّت کو پسند ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں وہی طرز اِختیار کریں جو اللہ ربّ العزّت نے ان کے پیغمبروں کے واسطے سے ان تک بھیجا۔ پیغمبر صرف قول ہی سے بتانے والے نہیں ہوتے تھے بلکہ عمل کر کے بھی دِکھاتے تھے، اسی لئے جنات یا ملائکہ رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے کیونکہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو کر کے دِکھانا انسان ہی کا کام ہے، چونکہ کر کے دِکھانا اور عمل پر ڈالنا بھی مقصود تھا اس لئے حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے عملی طور پر بھی انسانی زندگی میں پیش آنے والے کاموں کی رہبری کی تا کہ اُمت ان کی پیروی کر سکے اور ان کے عمل کا اِقتدا کر کے اللہ کو راضی کرنے میں کامیاب ہو۔

حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے بعض حضرات نے صنعت وحرفت ودستکاری بھی کی ہے اور بعض حضرات نے نظامِ سلطنت بھی سنبھالا ہے۔ اکثر پیغمبروں کی زندگی سے قوموں کے عروج وزوال اور فتح وشکست کے رُموز آشکارا ہوتے

ہیں۔ غرض کہ تمام وہ اُمور جو اِنسانوں کی زندگی میں پیش آیا کرتے ہیں، ان کے بارے میں اُمتوں کو اُن سے عمل کی راہ ملتی رہی ہے، بالخصوص سیّد الانبیاء والاصفیاء سیّدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تو کتابِ مبین کی طرح اس طریقے پر محفوظ ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ پوشیدہ نہیں ہے، سب کچھ عیاں اور ظاہر ہے، ہر شخص کو آپ کی زندگی سے سبق مل سکتا ہے۔

آپ سے قبل جتنے پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے، چونکہ ان کے بعد بھی پیغمبر آنے والے تھے، اس لئے ان کے بعد ان کی تعلیمات کی حفاظت نہ کی گئی اور آپ چونکہ خاتم النبیین بنا کر بھیجے گئے، اس لئے تا قیامت آپ کی تعلیمات دُنیائے انسانیت کے لئے ضروری الاتباع اور واجب الامتثال ہیں، اور آپ کی قولی اور عملی تعلیمات کلیتہً و جزئیتہً محفوظ ہیں۔

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بازاروں میں تبلیغ بھی کی اور چیزوں کا بھاؤ بھی کیا، بعض مرتبہ کسی کے پاس اپنی کوئی چیز رہن بھی رکھی، بیوہ عورتوں سے بھی نکاح کیا اور کنواری عورت سے بھی، بیویوں کے پہلے شوہر سے جو اولاد تھی ان کی پرورِش بھی کی، اپنے بچوں کو بھی پالا، بیٹیوں کی شادی بھی کی، ان سب اُمور میں اُمت کے لئے اُسوہ ملتا ہے، آپ کا اُٹھنا بیٹھنا، رفتار و گفتار، سونا جاگنا، کھانا پینا وغیرہ وغیرہ سب کچھ معلوم و منقول ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِزدواجی زندگی اور آپ کی ازواجِ مطہرات ؓ کے سوانحِ حیات اور واقعاتِ زندگی احقر نے ایک کتاب[1] میں جمع

(۱) کتاب کا نام ''اُمتِ مسلمہ کی مائیں'' ہے۔

کردیئے ہیں، اب اس رسالے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے حالات لکھ رہا ہوں، اور مقصد ان دونوں کتابوں کے لکھنے سے یہ ہے کہ اُمت ان کو پڑھ کر اولاد کی پرورِش وپرداخت اور بیاہ شادی کرنے کے بارے میں ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا اِتباع کرسکے، اور اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانوں میں رہنے والی مقدس مستورات کے نقشِ حیات پر چلاسکے۔

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا دِین کے لئے تکلیفیں سہنا، آخرت کا فکرمند ہونا، بھوک وپیاس پر صبر کرنا، ذِکرِ اِلٰہی میں مشغول رہنا، گھر کے کام کاج سے عار نہ کرنا اور دِین سیکھنا اور اس کو پھیلانا، صدقہ وخیرات میں بے مثل ہونا، ہاتھ کی کمائی سے صدقہ کرنا، جہاد وغزوات میں شریک ہونا وغیرہ وغیرہ ملے گا۔ مسلمان عورتوں کو ان اُمور میں ان مقدس خواتین کا اِتباع کرنا لازم ہے، جنہوں نے نبوّت کے گھرانوں میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق زندگی گزار کر کامیابی حاصل کی، رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

آج کی مسلمان کہلانے والی عورتیں دِین سے جاہل اور آخرت سے غافل ہوگئی ہیں، اور اپنی زندگی ان طریقوں پر گزارنے کو جن پر چل کر سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اور بیٹیاں بارگاہِ خداوندی میں مقرب ہوئیں، عار سمجھ کر کافر لیڈیوں اور مشرک عورتوں اور فیشن ایبل ماڈرن نصرانی یہودی عورتوں کے طور وطریق کو پسند کرنے لگی ہیں۔

اس پر سب محدثین اور مؤرخین متفق ہیں کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ نکاح کیے جن میں سب سے پہلی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، ان کے علاوہ اور کسی بیوی سے آپ کی اولاد نہیں ہوئی، ان ہی کے بطن سے آپ کے صاحب زادے اور صاحب زادیاں تولد ہوئیں، اور ان کے علاوہ آپ کی باندی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ایک صاحب زادے تولد ہوئے جن کا اسمِ گرامی اِبراہیم تھا۔ اس پر بھی سب کا اِتفاق ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادوں میں سے کوئی بھی سنِ بلوغ کو نہیں پہنچا، سب نے بچپن ہی میں وفات پائی، البتہ آپ کی صاحب زادیاں بڑی ہوئیں اور ان کی شادیاں بھی ہوئیں اور سب نے اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔

"الاستیعاب" میں لکھا ہے کہ:

> واجمعوا انها ولدت له أربع بنات کلّهن أدرکن الإسلام وهاجرن وهنّ زینب وفاطمة ورقیة وأُمّ کلثوم۔
>
> ترجمہ:- اس پر سب متفق ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تولد ہوئیں، سب نے اسلام کا زمانہ پایا اور اِسلام قبول کیا اور ہجرت کی، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت زینب، حضرت فاطمہ، حضرت رقیہ، حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہن۔

اس میں سیرت نگاروں کا بہت اِختلاف ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کے صاحبزادے کتنے تھے؟ اور اِختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان سب نے بچپن ہی میں وفات پائی اور اس وقت عرب میں تاریخ کا خاص اِہتمام نہ تھا، اور اس وقت صحابہؓ جیسے جاں نثار بھی کثیر تعداد میں موجود نہ تھے جن کے ذریعے اس وقت کی پوری تاریخ محفوظ ہوجاتی۔ قتادہؒ کا قول ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں، ایک صاحبزادے کا نام ''قاسم'' تھا، جو پاؤں چلنے لگے تھے، ان ہی کے نام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ''ابوالقاسم'' مشہور ہوئی۔ دُوسرے صاحبزادے کا نام ''عبداللہ'' تھا، وہ بہت ہی چھٹپن میں وفات پاگئے۔ سِیَر وسوانح کے بڑے عالم زبیر بن بکارؒ کا قول ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی تعداد اور ترتیب یوں ہے: پہلے حضرت قاسمؓ پیدا ہوئے، وہ آپ کی اولاد میں سب سے بڑے تھے، ان کے بعد حضرت زینبؓ اور ان کے بعد حضرت عبداللہؓ کی ولادت ہوئی، ان ہی کا لقب ''طیب'' اور ''طاہر'' مشہور ہوا، ان کی پیدائش نبوّت کے بعد ہوئی تھی۔ ان کے بعد حضرت اُمِّ کلثومؓ اور ان کے بعد حضرت فاطمہؓ اور ان کے بعد حضرت رُقیہؓ کی ولادت ہوئی، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، پھر مکہ ہی میں دونوں صاحبزادوں کی وفات ہوگئی، پہلے حضرت قاسمؓ کی اور ان کے بعد حضرت عبداللہؓ کی۔ (الاستیعاب)[1]

(۱) ''الاستیعاب'' میں زبیر بن بکارؒ کی یہ تصریح حضرت خدیجہؓ کے تذکرے میں لکھی ہے، لیکن حضرت فاطمہؓ کے تذکرے میں فرمایا ہے کہ بناتِ طاہراتؓ کی پیدائش کی ترتیب صحیح اخبارِ متواترہ کے اِعتبار سے یوں ہے کہ اوّل حضرت زینب، دوم حضرت رُقیہ، سوم حضرت اُمِّ کلثوم اور چہارم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ ۱۲

ان دونوں بزرگوں کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف دو صاحبزادے (حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تولد ہوئے، ان کے علاوہ تیسرے صاحبزادے حضرت اِبراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں آپ کی لونڈی حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ اس حساب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے ہوئے اور یہی اکثر علماء کی تحقیق ہے۔ بعض علماء نے ''طیب'' اور ''طاہر'' علیحدہ لڑکوں کے نام بتائے ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ حضرت عبداللہؓ کے یہ دونوں لقب نہ تھے بلکہ یہ دو صاحبزادے ان کے علاوہ تھے۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ صاحبزادے ہوجاتے ہیں۔ اور بعض علماء کا یہ قول بھی ہے کہ ''طیب'' اور ''طاہر'' دونوں ایک ہی صاحبزادے کے نام تھے، اور حضرت عبداللہؓ ان کے علاوہ تھے، اس حساب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار صاحبزادے ہوتے ہیں، اور بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سات صاحبزادے تھے:
۱-حضرت قاسم، ۲-حضرت عبداللہ، ۳-حضرت طیب، ۴-حضرت مطیب، ۵-حضرت طاہر، ۶-حضرت مطہر، ۷-حضرت اِبراہیم، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، لیکن اکثر علماء کی تحقیق یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہی صاحبزادے تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صاحبزادے بچپن ہی میں وفات پاگئے، ان کے حالات منقول نہیں ہیں، اس لئے ہم نے اس رسالے میں

صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے حالات جمع کرنے کا ارادہ کیا ہے، البتہ خاتمہ الکتاب میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے کچھ حالات جمع کردیئے ہیں جو کتبِ اَحادیث وسِیَر میں ملتے ہیں اور جن کا معلوم ہونا مسلمانوں کے لئے باعثِ نصیحت وہدایت ہوگا۔ ناظرین سے درخواست ہے کہ احقر کو اور احقر کے مشائخ اور والدین کو اپنی خصوصی دُعاؤں میں یاد فرمائیں۔

محمد عاشق اِلٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ
صفر ۱۳۷۴ھ

***

حضرت زینب
رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں بلکہ بعض علماء نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی اولاد بتایا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت قاسمؓ کی ولادت ان کے بعد ہوئی۔ ابن الکلبی کا یہی قول ہے اور علی بن عبدالعزیز الجرجانیؒ نے حضرت قاسمؓ کو بڑا اور حضرت زینبؓ کو چھوٹا بتایا ہے۔ ہاں اس پر سب متفق ہیں کہ صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔

ان کی پیدائش ۳۰ھ میلادِ نبوی میں ہوئی، یعنی جس وقت وہ پیدا ہوئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۳۰ سال تھی۔ (ذکرہ فی الاستیعاب)

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ۴۰ سال کی عمر میں ہوئی تھی، اس حساب سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی کے اوّلین دس برس بعثت سے پہلے گزرے اور تیرہ سال اس کے بعد مشرکین کی طرف سے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے اہل وعیال کو جو تکلیفیں پہنچیں ان سب میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کی بہنیں شریک رہیں۔ ۔ ۔ نبوی میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو شعبِ ابی طالب میں مقید کر دیا گیا، وہاں تین برس تک قید رہے اور فاقوں پر فاقے گزرے، ان سب مصائب میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سب ہی شریک رہے۔

نکاح

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت ابوالعاصؓ بن الربیع سے کر دیا تھا، ''ابوالعاص'' ان کی کنیت ہے، ان کا نام کسی نے ''لقیط'' اور کسی نے ''زبیر'' اور کسی نے ''ہشیم'' بتایا ہے (وقیل غیر ذلك)، حضرت ابوالعاصؓ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنتِ خویلد کے بیٹے تھے، اس طرح وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی ہوئے۔ مکہ میں ان کی پوزیشن مال داری اور تجارت و امانت میں بڑی اُونچی تھی۔ بعثت سے پہلے بھی سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے گہرا تعلق تھا۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ انہوں نے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مواخات کر لی تھی، یعنی آپ کو اپنا بھائی بنالیا تھا۔ (الاصابہ)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کا نکاح مکہ میں ہو گیا تھا، اس وقت تک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی زندہ تھیں،(۱) حضرت ابوالعاصؓ

(۱) صرح بذالك فی الإستیعاب حیث قال فی ذکر القلادة کانت خدیجة قد ادخلتها بها علی ابی العاص حین بنی علیها۔ ۱۲

مکہ میں مسلمان نہیں ہوئے بلکہ اسلام قبول کرنے سے اِنکار کردیا، مگر مشرکینِ مکہ کے کہنے پر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق بھی نہیں دی، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات پر تعریف فرمائی اور فرمایا کہ ابوالعاص نے بہترین دامادی کا ثبوت دیا۔(۱) یہ واقعات اِبتدائے اسلام کے ہیں، اس وقت اَحکام نازل نہیں ہوئے تھے، اس لئے یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ مسلمان عورت کافر کے نکاح میں کیونکر رہتی رہی؟ پھر جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منوّرہ کو ہجرت فرمائی تو اپنی اہلیہ حضرت سودہ اور اپنی صاحبزادیوں حضرت فاطمہ اور حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہن کو بلایا لیکن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر کے پاس ہی رہیں۔

ہجرت

حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ ہی میں اپنے شوہر کے پاس رہیں، حتیٰ کہ ان کو حالتِ شرک ہی میں چھوڑ کر ۲ھ میں غزوۂ بدر کے بعد مدینہ منوّرہ کو ہجرت فرمائی۔ حضرت ابوالعاصؓ زمانۂ کفر میں مشرکینِ مکہ کے ساتھ بدر کے موقع پر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آئے، جنگ میں شریک ہوئے، مسلمانوں کو فتح ہوئی اور حضرت ابوالعاص بن الربیع دیگر مشرکین کے ساتھ قید کرکے مدینہ لائے گئے، ان کو حضرت عبداللہ بن جبیر بن النعمان الانصاری رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا، بدر سے ہار کر جب مشرکینِ مکہ اپنے وطن پہنچے تو

(۱) قال في الإستيعاب: واثنى عليه بذلك خيراً۔ ۱۲

قیدیوں کو چھڑانے کے لئے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قیدیوں کا فدیہ (جان کا بدلہ) بھیجا، ہر ایک قیدی کے عزیزوں نے کچھ نہ کچھ بھیجا تھا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کو چھڑانے کے لئے عمرو بن الربیع کو مال دے کر روانہ کیا (یہ حضرت ابو العاصؓ کے بھائی تھے) اس مال میں ایک ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شادی کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دِیا تھا، اس ہار کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہؓ یاد آگئیں اور آپ پر بہت رقت طاری ہوگئی اور جاں نثار صحابہؓ سے فرمایا کہ: تم مناسب سمجھو تو زینب (رضی اللہ عنہا) کے قیدی کو یوں ہی چھوڑ دو اور اس کا مال بھی واپس کر دو۔ اِشاروں پر جان دینے والے صحابہؓ نے بخوشی قبول کیا اور سب نے کہا: جی ہم کو اسی طرح منظور ہے۔ چنانچہ حضرت ابو العاصؓ چھوڑ دیئے گئے لیکن سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ شرط کرلی کہ زینب (رضی اللہ عنہا) کو مکہ جا کر مدینہ کے لئے روانہ کر دینا۔ چنانچہ انہوں نے یہ شرط منظور کی اور پھر اس کو پورا کیا، جس کی وجہ سے سیّدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی اور یہ فرمایا: "حدثنی فصدقنی ووعدنی فوفی لی" (یعنی ابو العاص نے مجھ سے بات کی اور سچ کہا اور مجھ سے وعدہ کیا جسے پورا کیا)۔

چنانچہ حضرت ابو العاصؓ کے مکہ معظمہ پہنچ جانے پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے شفیقِ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منوّرہ آگئیں[1] لیکن ہجرت کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو یہ دردناک واقعہ پیش آیا کہ جب

(۱) الاصابہ، اُسد الغابہ۔ ۱۲

وہ ہجرت کے اِرادے سے نکلیں تو ہبار بن الاسود اور اس کے ایک اور ساتھی نے ان کو تکلیف پہنچانے کا اِرادہ کیا، چنانچہ ایک نے ان کو دھکا دے دیا جس کی وجہ سے وہ ایک پتھر پر گر پڑیں اور ایسی تکلیف پہنچی کہ حمل ساقط ہوگیا، یہ تکلیف تادَمِ آخر چلتی رہی اور یہی ان کی وفات کا سبب بنی۔[1] اور بعض کتب میں یوں لکھا ہے کہ حضرت ابوالعاصؓ نے ان کو مدینہ منوّرہ جانے کی اِجازت دے دی اور ان کے روانہ ہونے سے قبل ہی شام کو روانہ ہوگئے۔ جب وہ ہجرت کے لئے گھر سے نکلیں تو ہبار بن الاسود اور اس کے ایک ساتھی نے ان کو جانے سے روکا اور گھر میں واپس کردیا، اس کے بعد سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہمراہ لانے کے لئے مدینہ منوّرہ سے آدمی بھیجا جس کے ساتھ وہ مدینہ منوّرہ تشریف لے آئیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جو تکلیف پہنچی اس کے بارے میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔

حضرت ابوالعاصؓ کا مسلمان ہونا

ہدایت اللہ کے قبضے میں ہے، حضرت ابوالعاصؓ کا واقعہ کتنا عبرت خیز ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستِ خاص بھی ہیں اور داماد بھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی گھر میں ہے مگر مسلمان نہیں ہوتے، بیوی سے اس قدر محبت ہے کہ مشرکینِ مکہ کے زور دینے پر طلاق نہیں دیتے، بدر

(۱) الاستیعاب۔ ۱۲

میں قید ہوئے اور قید سے آزاد ہو کر بیوی کو مدینہ منورہ بھیج دیا مگر ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا، پھر جب اللہ رَبّ العزّت نے ہدایت دی تو بڑی خوشی سے اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے، جس کا واقعہ یہ ہے کہ فتحِ مکہ سے کچھ پہلے انہوں نے ایک قافلے کے ساتھ شام کا تجارتی سفر کیا، قریش کے بہت سے مال آدھے ساجھے پر تجارت کے لئے ساتھ لے گئے، جب واپس ہوئے تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دستہ جس کے امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے، آڑے آیا اور اس دستے نے اس قافلے کا مال چھین لیا اور کچھ لوگوں کو قید کر لیا، حضرت ابو العاصؓ قید میں نہ آئے بلکہ بھاگ کر مدینہ منورہ چلے گئے اور رات کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ کر پناہ مانگی، انہوں نے پناہ دے دی، جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے زور سے پکار کر کہا کہ: "اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ اَجَرْتُ اَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيْعِ" (اے لوگو! میں نے ابو العاص کو پناہ دے دی ہے)، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر سوال فرمایا: کیا آپ حضرات نے سنا، زینب نے کیا کہا؟ حاضرین نے کہا: جی ہاں ہم نے سنا! اس منصفِ عادل صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر دو عالم قربان، جس نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جواب سن کر فرمایا: "اَمَا وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ مَا عَلِمْتُ بِذَالِكَ حَتّٰى سَمِعْتُهٗ كَمَا سَمِعْتُمْ" (یعنی قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس وقت سے پہلے مجھے بھی پتہ نہیں تھا کہ ابو العاص مدینہ میں ہیں اور ان کو زینب نے پناہ دی ہے، مجھے اس کا علم اسی وقت ہوا ہے، جبکہ تمہارے کان

میں زینب کے اعلان کی آواز پہنچی) اس کے بعد فرمایا کہ ادنیٰ مسلمان بھی کسی کو پناہ دے دے تو سب مسلمانوں کو اس کا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

پھر یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور ان سے فرمایا کہ ابوالعاص کو اچھی طرح رکھنا اور میاں بیوی والے تعلق کو نہ ہونے دینا، کیونکہ تم ان کے لئے حلال نہیں ہو۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یہ اپنا مال لینے کے لئے آئے ہیں، یہ سن کر سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستے کو جمع کیا جنہوں نے ان کا مال چھینا تھا اور فرمایا کہ اس شخص (ابوالعاص) کا جو تعلق ہم سے ہے، اس سے تو آپ لوگ واقف ہیں اور اس کا مال تم لوگوں کے ہاتھ لگ گیا ہے جو تمہارے لئے اللہ کی طرف سے عنایت ہے، کیونکہ دارالحرب کے غیر مسلم کا مال ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اس کے ساتھ اِحسان کریں اور جو مال اس کا لے لیا ہے واپس کر دیں، لیکن اگر تم ایسا نہ کرو تو میں مجبور نہیں کر سکتا، اس مال کے تم ہی حق دار ہو۔

یہ سن کر سب نے عرض کیا کہ ہم ان کا مال واپس کر دیتے ہیں، اور پھر اس پر عمل کیا اور جو مال لیا تھا وہ سارا ان کو واپس دے دیا، اس مال کو لے کر وہ مکہ معظّمہ پہنچے، اور جس جس کا جو حق ان پر بنتا تھا سب ادا کر دیا، اور اس کے بعد کلمۂ شہادت "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" سچے دِل سے پڑھا اور مکہ والوں سے کہا (میں نے یہاں پہنچنے کی کوشش اس لئے کی اور) مدینہ میں کلمہ پڑھنے کے بجائے یہاں کلمۂ اسلام پڑھا کہ اگر وہیں اسلام قبول کر لیتا تو تم لوگ یہ سمجھتے کہ ہمارے مال مارنے کے لئے مسلمان ہو گیا ہے،

اب میں نے تمہارے تمام حقوق ادا کردیئے ہیں اور اسلام قبول کرلیا۔ اس کے بعد حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ چلے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے دوبارہ(۱) ان کا نکاح فرمادیا۔(۲)

چھ سال کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں دوبارہ آئیں اور ان ہی کے نکاح میں وفات پائی۔(۳) حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے ذی الحجہ ۱۲ھ میں وفات پائی، رضی اللہ وارضاہ۔(۴)

اولاد

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ایک صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی تولد ہوئے، صاحبزادی کا نام اُمامہ تھا اور صاحبزادہ کا نام علی تھا۔ فتحِ مکہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر جو "علی" سوار تھے وہ یہی علی بن ابی العاصؓ ہیں۔ انہوں نے سنِ بلوغ کے قریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی ہی میں وفات پائی۔ ان کی بہن حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبت تھی، ایک مرتبہ آپ کے پاس کہیں سے ایک ہار آگیا تھا، اس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ اسے اپنے گھر والوں میں

---

(۱) وقيل ردّها إليه بالنكاح الأوّل واختلف الروايات في ذٰلك۔ ۱۲ منہ

(۲) أسد الغابہ۔ (۳) أسد الغابہ۔ ۱۲ (۴) الاصابہ۔ ۱۲

سے اس کو دُوں گا جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، یہ اِرشاد سن کر عورتوں نے سمجھ لیا کہ بس ابوبکرؓ کی بیٹی عائشہؓ ہی کو ملے گا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں ڈال دیا۔ (۱)

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی بھانجی حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا تھا، ان کو اس کی وصیت حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کی تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت نوفل بن مغیرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا، ان سے ایک صاحبزادہ یحییٰ نامی کی ولادت ہوئی۔ لیکن بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں ان کے بطن مبارک سے کوئی اولاد ہوئی، نہ حضرت نوفل رضی اللہ عنہ کے نکاح میں۔ (۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل شریف صرف حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے چلی اور کسی صاحبزادی سے آپ کی نسل نہیں بڑھی، (قال فی الإصابة: وانقطع نسل رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم إلّا من فاطمة)۔ (۳)

---

(۱) الاصابہ۔ ۱۲

(۲) اُسد الغابہ۔ ۱۲

(۳) الاصابہ۔ ۱۲

وفات

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ۸ھ میں وفات پائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی قبر میں اُترے، اس وقت آپ کے چہرے پر رنج وغم کے آثار موجود تھے، جب آپ قبر کے اُوپر تشریف لائے تو فرمایا کہ مجھے زینب کے ضعف کا خیال آ گیا، میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ قبر کی تنگی اور اس کی گھٹن سے زینب کو محفوظ فرما دے، اللہ تعالیٰ نے دُعا قبول فرما کر آسانی فرما دی۔[1]

رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَاَرْضَاهَا

***

(۱) اُسد الغابہ۔ ۱۲

حضرت رُقیہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت رُقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُوسری صاحبزادی ہیں، اس پر سب کا اِتفاق ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب صاحبزادیوں میں بڑی تھیں، ان کے بعد حضرت اُمِّ کلثوم اور حضرت رُقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئیں، ان دونوں میں آپس میں کون سی بڑی تھیں، اس میں سیرت لکھنے والوں کا اِختلاف ہے، بہرحال یہ دونوں بہنیں اپنی بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چھوٹی تھیں۔

ان دونوں بہنوں کا نکاح ابولہب کے بیٹوں عُتْبَہ اور عُتَیْبَہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کر دیا تھا، حضرت رُقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح عتبہ سے اور حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح عتیبہ سے ہوا تھا، ابھی صرف نکاح ہی ہوا تھا، رُخصت نہ ہونے پائی تھیں کہ قرآن مجید کی سورت "تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ" نازل ہوئی، جس میں ابولہب اور اس کی بیوی (اُمِّ جمیل) کی مذمت (بُرائی) کی گئی ہے اور ان کے دوزخ میں جانے سے مطلع کیا گیا ہے، جب یہ سورت نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا

کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق دے دو، ورنہ تم سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔ ابولہب کی بیوی اُمّ جمیل نے بھی بیٹوں سے کہا کہ یہ دونوں لڑکیاں (یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں، العیاذ باللہ) بددِین ہوگئی ہیں لہٰذا ان کو طلاق دے دو، چنانچہ دونوں لڑکوں نے ماں باپ کے کہنے پر عمل کیا اور طلاق دے دی۔[1]

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح

جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رُقیہ کا نکاح عتبہ سے کیا تو اس کی خبر حضرت عثمانؓ کو ملی، وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، اس خبر سے ان کو بڑا ملال ہوا، اور یہ حسرت ہوئی کہ کاش میرا نکاح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی رُقیہ سے ہوجاتا۔ یہ سوچتے ہوئے اپنی خالہ حضرت سعدیٰ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور ان سے تذکرہ کیا، خالہ صاحبہ نے ان کو اِسلام کی ترغیب دی، وہاں سے چل کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو اپنی خالہ کی باتیں بتائیں جو انہوں نے اسلام کی ترغیب دیتے ہوئے کہی تھیں، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کی باتوں کو سراہتے ہوئے خود بھی دعوتِ اسلام پیش کی اور فرمایا:

"ویحك یا عثمان انك لرجل حازم ایخفی
علیك الحق من الباطل هذه الأوثان التی یعبدها

(۱) اُسد الغابہ۔ ۱۲

قومك أليست حجارة صما لا تسمع ولا تبصر ولا
تضر ولا تنفع۔

ترجمہ:- افسوس اے عثمان! (اب تک دعوتِ حق تم نے قبول نہیں کی) تم تو ہوشیار اور سمجھ دار آدمی ہو، حق اور باطل کو پہچان سکتے ہو، یہ بت جن کو تمہاری قوم پوجتی ہے کیا گونگے پتھر نہیں ہیں جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں، نہ نفع ضرر پہنچا سکتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بے شک آپ نے سچ کہا، یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لئے تشریف لے آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے سامنے اسلام قبول کرلیا۔

ان ہی دِنوں میں ابولہب کے بیٹوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی تھی، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردیا۔(۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رُقیہؓ حضرت اُمِّ کلثومؓ سے بڑی تھیں، دونوں کو ایک ساتھ طلاق ہوئی تو بظاہر عقل کا مقتضا یہ ہے کہ پہلے بڑی دُختر کی شادی کی ہوگی(۲)۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

---

(۱) الاصابہ۔ ۱۲

(۲) الاستیعاب، اُسد الغابہ۔ ۱۲

مبارک کاندھوں سے اُٹھا کر وہ گندگی پھینک دی اور ان لوگوں کو بُرا کہنے لگیں، پھر جب سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوگئے تو آپ نے تین مرتبہ بددُعا فرمائی، آپ کی عادت تھی کہ جب دُعا فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے تھے اور جب اللہ سے سوال کرتے تھے تو تین مرتبہ سوال کرتے تھے، آپ نے اوّل تو قریش کے لئے عام بددُعا کی: "اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ" (اے اللہ! تو قریش کو سزا دے) اور اس کے بعد قریش کے سرغنوں کے نام لے کر ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ بددُعا فرمائی۔ (۱)

الغرض حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچپن دِین کے لئے تکلیفیں سہنے میں گزرا حتیٰ کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی ایذاؤں سے بچنے کے لئے مدینہ منوّرہ کو ہجرت فرمائی۔

ہجرت

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رفیقِ سفر بنا کر ہجرت کی تھی اور آپ اپنے تمام کنبے کو مکہ معظّمہ ہی میں چھوڑ گئے تھے، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کا پورا اِتباع کیا اور اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ چلے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو ہم دونوں بیویوں (حضرت سودہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو اور اپنی صاحبزادیوں کو مکہ

---

(۱) مشکوٰۃ عن البخاری ومسلم۔ ۱۲

ہی میں چھوڑ کر تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر جب آپ مقیم ہو گئے تو زید بن حارثہؓ اور ابو رافعؓ کو دو اُونٹ اور پانچ سو درہم دے کر مکہ بھیجا تا کہ ہم سب کو مدینہ منورہ لے جائیں اور حضرت ابو بکرؓ نے بھی اس مقصد سے دو یا تین اُونٹ دے کر آدمی بھیجا اور اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو لکھ دیا کہ سارے کنبے کو لے آؤ۔ چنانچہ حضرت سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے سب گھر والوں نے ایک ساتھ مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ اس قافلے میں حضرت فاطمہؓ اور ان کی بہن حضرت اُمِّ کلثومؓ اور اُم المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ دیگر حضرات تھے۔

جس وقت یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا، سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے آس پاس اپنے اہل وعیال کے لئے حجرے بنوا رہے تھے، ان ہی میں آپ نے اپنی صاحبزادیوں اور اُمّ المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو ٹھہرا دیا۔

شادی

ہجرت کے بعد ۲ھ میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا، اس وقت سیّدہ فاطمہ زہراءؓ کی عمر ۱۵ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی اور حضرت علی مرتضیٰؓ کی عمر ۲۱ سال پانچ ماہ تھی۔ (الاستیعاب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام دیا کہ حضرت سیّدہ فاطمہ زہراءؓ سے

میرا نکاح فرمادیں، لیکن آپ نے اِعراض فرمایا۔ پھر ان کے بعد حضرت عمرؓ نے بھی یہی پیغام دیا، لیکن آپ نے ان کے پیغام سے بھی اِعراض فرمایا، جبکہ ان دونوں اکابر کو معلوم ہوگیا کہ آپ ہمارے نکاح میں نہ دیں گے تو دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رائے دی کہ تم اپنے لئے پیغام دو، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے انہیں حضرات نے اس چیز کی طرف متوجہ کیا جس سے میں غافل تھا، ان کے توجہ دِلانے سے میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ گرامی میں حاضر ہوا اور پیغامِ نکاح دے دیا۔ (۱)

مسندِ اِمام احمدؒ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ خود ان کی زبانی نقل کیا ہے کہ جب میں نے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بارے میں اپنے نکاح کا پیغام دینے کا اِرادہ کیا تو میں نے (دِل میں) کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، پھر یہ کام کیونکر انجام پائے گا؟ لیکن اس کے بعد ہی معاً دِل میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور نوازش کا خیال آگیا (اور سوچ لیا کہ آپ خود ہی کچھ اِنتظام فرمادیں گے) لہٰذا میں نے حاضرِ خدمت ہوکر پیغامِ نکاح دے دیا، آپ نے سوال فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! فرمایا: وہ زرہ کہاں گئی جو میں نے تم کو فلاں روز دِی تھی؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں وہ تو ہے، فرمایا: اس کو (مہر میں) دے دو۔

"مواہبِ لدنیہ" میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں نے اپنا پیغام دیا تو سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کہ کچھ تمہارے

(۱) زرقانی علی المواہب۔ ۱۲

پاس ہے؟ میں نے عرض کیا: میرا گھوڑا اور زرہ ہے، فرمایا: تمہارے پاس گھوڑے کا ہونا (جہاد) کے لئے ضروری ہے، لیکن ایسا کرو کہ زرہ کو فروخت کردو۔ چنانچہ میں نے وہ زرہ چار سو اَسّی درہم میں فروخت[۱] کرکے رقم آپ کی خدمت حاضر کردی اور آپ کی مبارک گود میں ڈال دی، آپ نے اس میں سے ایک مٹھی بھر کر حضرت بلالؓ کو دی اور فرمایا کہ اے بلال! جاؤ اس کی خوشبو[۲] ہمارے لئے خرید کرلاؤ۔ اور ساتھ ہی ساتھ جہیز تیار کرنے کا حکم دیا، چنانچہ ایک چارپائی اور چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی تیار کیا گیا (رُخصتی کے روز) عشاء کی نماز سے قبل سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ سیّد السادات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر بھیج دیا، پھر نماز کے بعد خود ان کے یہاں تشریف لے گئے اور حضرت سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ پانی لاؤ، چنانچہ وہ ایک پیالے میں پانی لے کر آئیں، آپ نے اس پانی سے منہ مبارک میں پانی لیا اور پھر اس پانی سے ان کے سینے پر اور سر پر چھینٹے دیئے اور بارگاہِ خداوندی میں دُعا کی:

(۱) خریدنے والے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے خرید کر واپس کردی اور رقم اور زرہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زرہ اور رقم دونوں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کردیں تو آپ نے حضرت عثمانؓ کو بڑی دُعائیں دیں۔ ۱۲ زرقانی

(۲) ایک اور روایت میں ہے کہ اس رقم میں سے دو تہائی خوشبو میں اور ایک تہائی کپڑوں میں خرچ کرنے کے متعلق سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ زرقانی ۱۲۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔

ترجمہ۔- اے اللہ! میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کی شرارت سے محفوظ رکھنے کے لئے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

اس کے بعد ان کے دونوں کاندھوں کے درمیان اس پانی کے چھینٹے دیئے، پھر علی رضی اللہ عنہ سے بھی پانی منگایا اور اس میں کلی کر کے ان کے سر اور سینے اور دونوں کاندھوں کے درمیان چھینٹے دیئے اور وہی دُعا دِی جو لختِ جگر حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دِی تھی، اس کے بعد یہ فرما کر واپس تشریف لے آئے کہ "بِسْمِ اللّٰہِ وَالْبَرَکَۃِ" اپنی اہلیہ کے ساتھ رہو سہو۔[1]

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت سیّدنا علی اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نکاح کی تفصیل نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ ابوبکر اور عمر اور عثمان اور عبدالرحمٰن اور چند انصار کو بلا لاؤ، چنانچہ میں بلا لایا۔

جب یہ حضرات حاضر ہو گئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ علی سے فاطمہ کا نکاح کر دوں، تم لوگ گواہ ہو جاؤ کہ میں نے چار سو مثقال[2] چاندی مہر میں مقرّر کر کے علی سے فاطمہ کا نکاح کر دیا اگر علی اس پر راضی

(۱) مواھب زرقانی۔ ۱۲

(۲) پہلے گزرا ہے کہ چار سو اَسّی درہم میں زرہ فروخت کر کے مہر میں اس کی قیمت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش کر دی، اور یہاں ۴۰۰ مثقال چاندی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (باقی اگلے صفحے پر)

ہوں۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبق میں خشک کھجوریں (یعنی چھوارے) منگائے اور حاضرین سے فرمایا کہ جس کے ہاتھ چھوارے پڑیں لے لیوے۔ چنانچہ حاضرین نے ایسا ہی کیا۔ پھر اسی وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے، ان کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ تم سے فاطمہ کا نکاح چار سو مثقال چاندی مہر مقرر کر کے کر دوں، کیا تم اس پر راضی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی میں راضی ہوں یارسول اللہ!

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رضامندی ظاہر کر دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا دیتے ہوئے فرمایا:

جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَكُمَا وَاَعَزَّ جَدَّكُمَا وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا وَاَخْرَجَ مِنْكُمَا كَثِيْرًا طَيِّبًا۔ (۱)

ترجمہ:- اللہ تم میں جوڑ رکھے اور تمہارا نصیب اچھا کرے اور تم پر برکت دے اور تم سے بہت اور پاکیزہ اولاد ظاہر فرمائے۔

"الاصابہ" میں لکھا ہے: "تزوّج علی فاطمة فی رجب سنة

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)........ کا ذِکر ہے، دونوں روایات اس طرح جمع ہوسکتی ہیں کہ ۴۰۰ مثقال چاندی کے وزن کے چار سو اَسّی درہم بنائے ہوئے ہوں، موجودہ سکہ کے اِعتبار سے کسی نے حضرت فاطمہؓ کا مہر ایک سو سینتیس روپے اور کسی نے ایک سو پچاس روپے سمجھ رکھا ہے، حالانکہ مہرِ فاطمی کا تعلق دراہم سے ہے، روپے سے نہیں ہے۔

(۱) مواہب لدنیہ۔ ۱۲

مقدمهم المدينة وبنىٰ بها مرجعهم من بدر ولها يومئذ ثمان عشرة سنة" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ماہِ رجب میں نکاح کیا جبکہ ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ پہنچے تھے اور رُخصتی غزوۂ بدر سے واپس ہونے پر ہوئی۔ اس وقت حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ سال تھی[۱]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اور رُخصتی ایک ہی ساتھ نہ ہوئی تھی۔

جہیز

"الاصابہ" میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز میں حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک بچھونا اور ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور دو چکیاں اور دو مشکیزے عنایت فرمائے۔ ایک روایت میں چار تکیے آئے ہیں، اور ایک روایت میں چارپائی کا بھی ذِکر ہے[۲]، ایک روایت میں ہے کہ ان کی رُخصتی جس رات کو ہوئی ان کا بستر مینڈھے کی کھال کا تھا[۳]۔ ممکن ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کا بستر ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ بھی جہیز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا ہو۔

ولیمہ

حضرت لی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دُوسرے روز اپنا ولیمہ کیا جس میں

---

(۱) "استیعاب" میں ہے کہ ان کی عمر شریف اس وقت ۱۵ سال ۵ ماہ تھی، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، اس اختلافِ روایت سے مقصد میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ۱۲

(۲) مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی۔ ۱۲۔ (۳) الترغیب۔ ۱۲

سادگی کے ساتھ جو میسر آیا کھلا دیا، ولیمہ میں جو (کی روٹی) کھجوریں، حریرہ، پنیر، مینڈھے کا گوشت تھا۔(۱)

کام کی تقسیم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی خادم نہیں تھا، گھر کا کام دونوں میاں بیوی مل کر کر لیتے تھے، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کام اس طرح تقسیم فرما دیا تھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے اندر کے کام کیا کریں (مثلاً آٹا گوندھنا، پکانا، بستر بچھانا، جھاڑو دینا وغیرہ) اور علی رضی اللہ عنہ گھر سے باہر کے کام انجام دیا کریں۔(۲)

اولاد

جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دُوسرا نکاح نہیں کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہی چلی، آپ کی اولاد میں جو صاحبزادے تھے وہ قبل از بلوغ ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے تھے، اور آپ کی صاحبزادی حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے تو کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی اور حضرت رُقیہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما سے جو اولاد ہوئی تھی ان سے بھی نسل نہیں چلی۔(۳) جس قدر بھی سادات ہیں (جن کے فیوض سے شرق و غرب مستفید ہے) سب حضرت

(۱) من المواہب و شرحہ۔ ۱۲ (۲) زاد المعاد۔ ۱۲
(۳) أسد الغابہ۔ ۱۲

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی صاحبزادی سے جو نسل چلی وہ آپ کی نسل سمجھی گئی، ورنہ عام قاعدہ یہ ہے کہ انسان کی نسل اس کے بیٹوں سے چلتی ہے اور بیٹی سے جو نسل چلتی ہے وہ اس کے شوہر کے باپ کی نسل مانی جاتی ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے میرے علاوہ جو بھی نبی بھیجا اس کی ذُرّیت اس کی پشت سے فرمائی، اور میری ذُرّیت اللہ تعالیٰ نے علی کی پشت سے جاری فرمائی۔(۱) سب سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام ''حسن'' تجویز فرمایا، خود ہی ان کے کان میں اَذان دی اور عقیقے کے روز حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اس کے بالوں کے وزن کی برابر چاندی صدقہ کرو۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وزن کیا تو ایک درہم (چونی بھر) یا اس سے کچھ کم وزن اُترا۔

ابوداوٗد اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کا عقیقہ فرمایا۔(۲)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت رمضان المبارک ۳ھ کو ہوئی، بعض نے شعبان ۳ھ میں ان کی ولادت بتائی ہے، اور بعض علماء نے

---

(۱) شرح المواهب للزرقاني۔ ۱۲

(۲) مشكوٰة شريف، باب العقيقه ص: ۳۶۲۔ ۱۲

۴ھ اور بعض نے ۵ھ بھی ان کی ولادت بتائی ہے، مگر اوّل قول ہی ٹھیک ہے۔(۱)

پھر اگلے سال حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے بہت محبت فرماتے تھے، آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں دُنیا میں میرے پھول ہیں(۲)، اور یہ بھی فرمایا کہ یہ دونوں جنت میں جوانوں کے سردار ہیں۔(۳)

حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سینے سے سر تک حضرت حسنؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور حضرت حسینؓ سینے سے نیچے نیچے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔(۴)

ان دونوں بھائیوں کے بعد تیسرے بھائی حضرت محسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی یہ نام تجویز فرمایا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں اپنی کنیت ''ابوحرب'' رکھنا چاہتا تھا، جب حسن کی ولادت ہوئی تو میں نے اس کا نام حرب(۵) رکھ دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: دِکھاؤ میرا بیٹا کہاں ہے؟ تم نے اس کا نام کیا رکھا؟ میں نے عرض کیا: حرب رکھ دیا ہے، آپ نے فرمایا: نہیں، اس کا نام حسن ہے۔ پھر

---

(۱) الاصابہ۔ ۱۲ (۲) مشکوٰۃ عن البخاری۔ ۱۲۔

(۳) مشکوٰۃ شریف۔ ۱۲ (۴) مشکوٰۃ شریف۔ ۱۲

(۵) ''حرب'' کا معنیٰ ''جنگ'' ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہادر مرد اور نبرد آزما اِنسان تھے، انہوں نے چاہا کہ کسی طرح مجھے ابوحرب کہا جانے لگے، اس لئے ہر مرتبہ آپؓ نے بچوں کا نام حرب رکھا۔ ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ

جب حسین کی ولادت ہوئی تو میں نے اس کا نام بھی حرب تجویز کردیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ دِکھاؤ میرا بیٹا کہاں ہے؟ اس کا تم نے کیا نام رکھا؟ میں نے عرض کیا: حرب نام رکھ دیا ہے، آپ نے فرمایا: نہیں وہ حسین ہے۔ پھر جب تیسرا بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام بھی میں نے حرب تجویز کردیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: دِکھاؤ میرا بیٹا کہاں ہے؟س کا تم نے کیا نام رکھا؟ میں نے عرض کیا کہ حرب نام رکھ دیا ہے! فرمایا: نہیں! وہ محسن ہے، پھر فرمایا کہ میں نے جوان کے نام تجویز کئے ہیں یہ تینوں نام ہارون (پیغمبر صلوات اللہ وسلامہ علیہ) کے (تینوں) بچوں کے نام ہیں، ان کے ایک بچے کا نام شبر، دُوسرے کا شبیر، تیسرے کا مشبر تھا۔[(۱)] حسن، حسین، محسن ان کا ترجمہ ہے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تیسرے صاحبزادے حضرت محسن رضی اللہ عنہ نے بچپن ہی میں وفات پائی۔[(۲)]

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔

اوّل حضرت رُقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنہوں نے بچپن میں انتقال فرمایا، اسی وجہ سے بعض مؤرخین نے ان کو لکھا بھی نہیں ہے۔

دُوسری صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، ان کا پہلا

---

(۱) جمع الفوائد ومسند اِمام احمدؒ۔ ۱۲

(۲) المواہب وشرحہ۔ ۱۲

نکاح حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، جن سے ایک صاحبزادے حضرت زیدؓ اور ایک صاحبزادی حضرت رُقیہؓ پیدا ہوئیں۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عون بن جعفر رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا اور ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پھر جب ان کی وفات ہوگئی تو ان کے بھائی حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح ہوا، ان سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں جو بچپن ہی میں وفات پاگئیں۔ پھر حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کے اِنتقال کے بعد ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا، ان سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور ان ہی کے نکاح میں حضرت اُمِّ کلثومؓ کی وفات ہوئی، اور اسی روز ان کے صاحبزادے حضرت زیدؓ کی وفات ہوئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پیدا ہوئے تھے۔

حضرت سیّدہ فاطمہؓ کی تیسری صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں، ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا جن سے دو صاحبزادے عبداللہؓ اور عونؓ پیدا ہوئے، پھر جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے ان کی بہن حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا جس کا ذِکر ابھی گزرا۔ یہ اولاد تین لڑکے تین لڑکیاں حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی، ان کے علاوہ ان کی دُوسری بیویوں سے جو بعد میں ان کے نکاح میں آئیں اور بھی اولاد ہوئی۔

مورخین نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام اولاد کی تعداد ۳۲ لکھی ہے، جن میں ۱۶ لڑکے اور ۱۶ لڑکیاں تھیں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ۱۵ لڑکے اور ۵ لڑکیاں پیدا ہوئیں، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ٦ لڑکے ۳ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمْ وَاَرْضَاهُمْ اَجْمَعِیْنَ وَجَعَلَنَا بِهَدْیِهِمْ مُتَّبِعِیْنَ،

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

***

فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ

حضرت سیّدہ فاطمہ زہراءؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ پیاری اور چہیتی صاحبزادی تھیں، ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی عورتوں کی سردار بتایا ہے، ان کی شادی کس سادگی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، یہ بہت غور کرنے اور غور کرنے کے بعد اپنی اولاد کی شادیاں اس کے مطابق کرنے کی چیز ہے۔ آج لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہلِ بیت (علیہم الرحمۃ والرضوان) کی محبت کے بڑے دعوے کرتے ہیں لیکن ان کے اِتباع اور اِقتداء کو اپنی اور خاندان کی ذِلت اور عار سمجھتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا، منگنی کے تمام طریقے جن کا آج کل رِواج ہے، ان میں سے کوئی بکھیڑا بھی نہ کیا گیا، یہ طریقے لغو اور سنت کے خلاف ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی نکاح پڑھایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ باپ کا لڑکی کے نکاح کے وقت چھپے چھپے پھرنا جس کا آج کل دستور ہے یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف ہے۔ بہتر یہ ہے کہ باپ خود

اپنی لڑکی کا نکاح پڑھ دیوے، مہر بھی تھوڑا سا مقرر کیا گیا، ہزاروں روپے مہر میں مقرر کرنا اور وہ بھی فخر اور بڑائی جتانے کے لئے اور پھر ادا نہ کرنا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِتباع کہاں ہے؟ جو لوگ مہر زیادہ باندھ دیتے ہیں اور پھر ادا نہیں کرتے وہ قیامت کے روز بیوی کے قرض داروں میں ہوں گے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رُخصتی صرف اس طرح ہوئی کہ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دولہا کے پاس بھیج دیا، یہ دونوں جہان کے بادشاہ کی صاحبزادی کی رُخصتی تھی جس میں نہ دُھوم دھام نہ میانہ نہ پالکی اور نہ روپیوں کی بکھیر، نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھوڑے پر چڑھ کر آئے، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کمینوں کا خرچ دِلوایا، نہ کنبہ برادری کا کھانا کیا، نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بارات چڑھائی، نہ آتش بازی کے ذریعے اپنا مال پھونکا، دونوں طرف سے سادگی برتی گئی، قرض اُدھار کر کے کوئی کام نہیں کیا، مسلمانوں کو لازم ہے کہ سرِدارِ دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو نہ صرف اِعتقاد سے بلکہ عمل سے ضروری سمجھیں۔

جہیز کتنا مختصر تھا؟ اس کی تفصیل ہم لکھ چکے ہیں، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے قرض اُدھار کر کے جہیز تیار کیا نہ اس کی فہرست لوگوں کو دِکھائی، نہ جہیز کی چیزوں کی تشہیر کی گئی، ہم کو اس کی پیروی لازم ہے، اگر بیٹی کو کچھ دیں تو گنجائش سے زیادہ کی فکر میں نہ پڑیں اور ضرورت کی چیزیں دیں اور دِکھاوا کر کے نہ دیں، کیونکہ یہ اپنی اولاد کے ساتھ اِحسان ہے، دُوسروں کو دِکھلا کر دینا

یا فہرست دِکھانا سراسر خلافِ شرع اور خلافِ عقل ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داماد اور بیٹی پر کام کی تقسیم کردی، ابوداؤد شریف میں ہے کہ سردارِ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی چکی خود پیستی تھیں اور ہانڈی خود پکاتی تھیں اور جھاڑو خود دیتی تھیں، آج کل کی عورتیں اس کو عیب سمجھتی ہیں، بھلا جنت کی عورتوں کی سردار سے بڑھ کر کون عزّت والی ہوسکتی ہے؟

آج کل کے مسلمان کہلانے والے منگنی سے لے کر شادی تک اور پھر اس کے بچوں کے پیدا ہونے اور ختنہ اور عقیقہ تک فضول رسمیں کرتے ہیں جن میں بہت سی شرکیہ رسمیں ہیں اور کافروں سے لی ہیں اور بہت سی رسمیں سودی پیسہ لے کر اَنجام دیتے ہیں اور ان رسموں کو کرنے میں نمازیں تک برباد کرتے ہیں اور بے شمار بڑے بڑے گناہوں میں ملوّث ہوجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی توفیق بخشیں۔

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا جانا

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم باخدا بھی تھے اور باخلق بھی، یعنی اللہ جل شانہٗ سے تعلق ومحبت اور اللہ تعالیٰ کے ذِکر میں بھی پوری طرح مشغول رہتے تھے، اور مخلوق کے حقوق کی ادائیگی اور میل جول میں بھی کوتاہی نہ فرماتے تھے، آپ چونکہ معلمِ اِنسانیت تھے اس لئے آپ کی زندگی ساری اُمت کے لئے

نمونہ ہے۔ آپ کی زندگی سے سبق ملتا ہے کہ نہ تو اِنسان کو سراسر کنبہ وخاندان کی محبت میں پھنس کر خداوندِ عالم سے غافل ہوجانا چاہیئے اور نہ بزرگی کے دھوکے میں کنبہ وخاندان سے کٹ کر اَذکار واوراد کو مشغلۂ زندگی بنالینا چاہیئے، اعلیٰ اور اکمل مقام یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا اِتباع کرے اور ہر شعبۂ زندگی میں آپ کی اِقتداء کو ملحوظ رکھے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح بھی کیئے اور آپ کے اولاد بھی ہوئی، پھر صاحبزادیوں کی شادیاں بھی کیں اور ان کی شادی کردینے کے بعد بھی ان کی خیر خبر رکھی، حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح جب آپ نے حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردیا تو آپ اس روز رات کو ان کے پاس تشریف لے گئے اور اکثر جاتے رہتے تھے اور ان کے حالات کی خیر خبر رکھتے تھے اور ان کے بچوں کو پیار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سیّدنا علی اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان آپس میں کچھ رنجش ہوگئی تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر تشریف لے جاکر صلح کرادی۔ اس کے بعد باہر تشریف لائے اور حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ جب ان کے گھر میں داخل ہوئے تو چہرے پر کوئی خاص خوشی کا اثر نہ تھا اور اَب جبکہ باہر تشریف لائے ہیں تو چہرے پر خوشی کے آثار ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں کیوں خوش نہ ہوں جبکہ میں نے اپنے دو پیاروں کے درمیان صلح کرادی۔ (1)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

(1) اصابہ۔ ١٢

کے گھر تشریف لے گئے، وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پایا، صاحبزادی سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ عرض کیا کہ ہمارے آپس میں کچھ رنجش ہو گئی تھی، لہٰذا وہ غصہ ہو کر چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ[1] نہ کیا۔ ایک صاحب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھنا وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے جا کر تلاش کیا اور واپس آ کر عرض کیا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے، دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے (سو رہے) ہیں اور ان کے پہلو سے چادر گر گئی ہے جس کی وجہ سے ان کے جسم کو مٹی لگ گئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مٹی پونچھنے لگے اور فرمایا: "قُمْ اَبَا تُرَابٍ قُمْ اَبَا تُرَابٍ" او مٹی والے اُٹھ! او مٹی والے اُٹھ![2]

صاحبِ فتح الباری نے اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت کئے ہیں، مثلاً:
۱- جو غصّے میں ہو، اس سے ایسا مذاق کرنا جس سے ان کو مانوس کیا جا سکے دُرست ہے۔ ۲- اپنے داماد کی دِلداری اور ناراضگی دُور کرنا بہتر عمل ہے۔ ۳- باپ اپنی بیٹی کے گھر میں بغیر داماد کی اِجازت کے داخل ہو سکتا ہے جبکہ یہ معلوم ہو کہ اس کو گرانی نہ ہوگی۔[3]

ایک مرتبہ حضرت سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، وہاں

(۱) دوپہر کو کھانا کھا کر سونے یا لیٹ جانے کو "قیلولہ" کہتے ہیں۔ ۱۲
(۲) بخاری شریف۔
(۳) فتح الباری، باب نوم الرجال فی المسجد۔

پہنچ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال فرمانے لگے کہ کیا یہاں چھوٹوا ہے، کیا یہاں چھوٹوا ہے؟ اتنے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپہنچے، حتیٰ کہ دونوں ایک دُوسرے سے گلے لپٹ گئے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی کہ اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت کرے، اس سے بھی محبت فرما۔[۱] یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ چھوٹے سے تھے۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ ہمارے (بچپن کے زمانے میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اپنی ران پر بٹھاتے تھے اور دُوسری ران پر حسن بن علیؓ کو بٹھا لیتے تھے اور دونوں کو چمٹا لیتے تھے اور یوں دُعا فرماتے تھے: "اللّٰھم ارحمھما فانّی ارحمھما"[۲] بعض مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے کہ میرے بیٹوں (یعنی حضرات حسنینؓ) کو لاؤ، پھر آپ ان کو سونگھتے اور (سینے سے) چمٹاتے تھے۔[۳]

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ رات کو میں ایک ضرورت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا (باہر سے اپنے آنے کی اِطلاع دی) آپ چادر لپیٹے ہوئے باہر نکلے، چادر میں کچھ محسوس ہوتا تھا، میں نے جب اپنی ضرورت پوری کرلی تو عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کیا

---

(۱) مشکوٰۃ عن البخاری ومسلم۔ ۱۲

(۲) بخاری شریف ۱۲۔ (ترجمہ دُعا) اے اللہ! ان پر رحم فرما کیونکہ میں ان پر رحم کرتا ہوں۔ ۱۲

(۳) ترمذی۔ ۱۲

ہے جسے آپ لپیٹے ہوئے ہیں؟ آپ نے چادر کھول دی، تو میں نے دیکھا کہ آپ کے ایک کولہے پر حسنؓ اور دوسرے کولہے پر حسینؓ ہیں، آپ نے اس وقت فرمایا کہ یہ میری اولاد ہیں اور میری صاحبزادی کی اولاد ہیں اور یہ بھی دُعا دی: "اللّٰھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما"۔ (۱)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے مبارک دوش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ (۲)

خانگی احوال

حضرت علی رضی اللہ عنہ کوئی سرمایہ دار آدمی نہ تھے، ان کے یہاں نہ اسبابِ عیش فراہم تھے نہ خورد نوش کی فراوانی تھی، گھر میں نہ سامان بہت تھا نہ گھر عمدہ تھا، نہ کوئی خدمت گار تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حال (فقر و فاقہ کا) اپنے لئے پسند کیا وہی داماد اور بیٹی کے لئے پسند فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضرِ خدمت ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے اور علی کے پاس صرف ایک مینڈھے کی کھال ہے جس پر ہم رات کو سوتے ہیں اور دِن کو اس پر اُونٹ کو چارہ کھلاتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے میری بیٹی! صبر کر! کیونکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے دس برس تک اپنی

(۱) مشکوٰۃ شریف (ترجمہ دُعا) اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے ان سے بھی محبت فرما۔ ۱۲

(۲) مشکوٰۃ شریف۔ ۱۲

بیوی کے ساتھ قیام کیا اور دونوں کے پاس صرف ایک عبا تھی[1] (اسی کو اوڑھتے اور اسی کو بچھاتے تھے)۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، اس وقت حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما موجود نہ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ میرے بیٹے کہاں ہیں؟ عرض کیا: آج اس حال میں صبح ہوئی کہ ہمارے گھر (کھانے کو تو کیا) چکھنے کو (بھی) کچھ نہ تھا، لہٰذا (ان کے والد جناب) علی (رضی اللہ عنہ) ان کو یہ کہہ کر (باہر) لے گئے ہیں کہ گھر میں تم کو رو کر پریشان کریں گے، فلاں یہودی کے پاس گئے ہیں (تاکہ کچھ محنت مزدوری کر کے لاویں)۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس طرف توجہ فرمائی اور ان کو تلاش فرمالیا، وہاں دیکھا کہ دونوں بچے ایک کیاری میں کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے کچھ کھجوریں پڑی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے ان بچوں کو گھر نہیں لے چلتے ہو؟ گرمی تیز ہونے سے پہلے پہلے لے چلو! انہوں نے عرض کیا: اس حال میں آج صبح ہوئی ہے کہ ہمارے گھر میں کچھ بھی (کھانے بلکہ چکھنے کو) نہ تھا (اس لئے ان کو لے کر آیا ہوں، اب میرے اور بچوں کے پیٹ میں تو کچھ پہنچ گیا، مگر فاطمہؓ کے لئے کچھ کھجوریں اور جمع کرنا ہے) تھوڑی سی دیر جناب اور تشریف رکھیں تو میں فاطمہ کے لئے (بھی) چند کھجوریں جمع کرلوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ٹھہر گئے، حتیٰ کہ کچھ کھجوریں

---

(۱) شرح مواہب لدنیہ۔ ۱۲

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے جمع ہوگئیں، ان کھجوروں کو ایک چھوٹے سے کپڑے میں باندھ کر واپس ہوئے، ایک بچے کو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دُوسرے بچے کو حضرت علی مرتضیٰ سیّد السادات رضی اللہ عنہ نے گود میں لیا اور اسی طرح گھر[1] پہنچے، واقعہ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہودی کے باغ میں مزدوری کر کے اپنے لئے اور بچوں کے لئے اور اپنی اہلیہ محترمہ کے لئے کھجوریں حاصل کی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بھی فقر و فاقہ رہتا تھا اور آپ کی صاحبزادی کے گھر میں بھی یہی حال تھا، جب کچھ میسر آجاتا تو ایک گھر دُوسرے گھر کی خبر لیتا تھا، حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میرے گھر میں کچھ نہ تھا جسے میں کھالیتا، اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کچھ ہوتا تو مجھے پہنچ جاتا، لہٰذا میں مدینہ سے باہر ایک جانب کو نکل گیا اور ایک یہودی کے باغ کی دیوار کے باہر سے جو شق ہوگئی تھی اندر کو جھانکا، باغ والے یہودی نے کہا کہ اے اَعرابی! کیا چاہتا ہے؟ میرے باغ کو پانی دے دے اگر ہر ڈول پر ایک کھجور لینا منظور ہو؟ میں نے کہا: اچھی بات ہے، دروازہ کھول! چنانچہ اس نے دروازہ کھول دیا اور میں نے پانی کھینچنا شروع کردیا، ہر ڈول پر وہ مجھے ایک ایک کھجور دیتا جاتا تھا، جب اتنی کھجوریں ہوگئیں کہ میری تھیلی بھر گئی تو میں نے کہا: بس مجھے یہ کافی ہیں! ان کو کھا کر اور پانی پی کر میں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا، آپ اس وقت مسجد میں صحابہؓ کی ایک

(١) الترغیب والترہیب جلد:۵۔

جماعت کے ساتھ تشریف رکھتے تھے۔(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا دیا، آپ نے فرمایا: اے فاطمہ! تین روز سے میں نے کچھ کھایا نہیں، اتنا عرصہ گزر جانے پر یہ مجھے ملا ہے۔(۲)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیقِ اکبر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے، انہوں نے آپ کی دعوت کی اور ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے سالن پکایا اور روٹی تیار کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کو دیا کہ یہ فاطمہ کو پہنچا دو اس کو بھی کئی روز سے کچھ نہیں مل سکا، چنانچہ وہ اسی وقت پہنچا آئے۔

فضائل ومناقب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دلداری کا بہت زیادہ خیال فرماتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے اِرشاد فرمایا کہ:

فاطمة بضعة مِنّي فمن اغضبها اغضبني وفي رواية يريبني ما ارابها ويؤذيني ما آذاها۔(۳)

(۱) الترغیب والترہیب۔ ۱۲ (۲) ایضاً۔ ۱۲
(۳) مشکوٰۃ شریف۔ ۱۲

ترجمہ:- فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا، دُوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اس کے رنج سے مجھے رنج ہوتا ہے اور اس کی ایذا سے مجھے ایذا ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت اور سیرت وصورت اور گفتگو سے اس قدر مشابہت کسی کی عادت اور سیرت اور صورت اور گفتگو کی نہیں دیکھی جتنی حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تھی، جب وہ آپ کے پاس آتی تھیں تو آپ کھڑے ہوجاتے تھے اور ان کا ہاتھ چومتے تھے اور اپنے پاس بٹھاتے تھے اور جب آپ ان کے پاس جاتے تھے تو وہ بھی کھڑی ہوجاتی تھیں اور آپ کا ہاتھ چومتی تھیں اور آپ کو اِحترام سے بٹھاتی تھیں(۱)۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مل کر روانہ ہوتے تھے اور جب واپس تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے(۲)۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ (جس پر تم کو غصہ آئے) اللہ کو (بھی اس پر) تمہارے غصّے کی وجہ سے غصہ آتا ہے، اور (تم جس سے راضی ہو) اللہ تعالیٰ (اس سے) تمہاری

(۱) ایضاً۔ ۱۲ (۲) ایضاً۔ ۱۲

رضا کی وجہ سے راضی ہوتے ہیں۔ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے روز پردے کے پیچھے سے ایک منادی اِعلان کرے گا کہ اے لوگو! اپنی آنکھوں کو بند کرلو، فاطمہ بنتِ سیّدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گزر رہی ہیں۔ (۲)

ایک مرتبہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن، حسین اور ان کے والدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے بارے میں فرمایا کہ جن سے ان کی لڑائی ہے میری بھی لڑائی ہے، اور جن سے ان کی صلح ہے میری بھی صلح ہے۔ (۳)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس وقت فرمایا کہ بے شک یہ فرشتہ ہے جو زمین پر آج کی اس رات سے پہلے کبھی نہیں نازل ہوا، اپنے ربّ سے اِجازت لے کر مجھے سلام کرنے اور یہ بشارت دینے کے لئے آیا ہے کہ یقیناً فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہے، اور یقیناً حسن حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم سب بیویاں آپ کے پاس تھیں کہ اس اثنا میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آ گئیں، ان کی رفتار بس ہو بہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار تھی، جب

---

(۱) اُسد الغابہ۔ ۱۲ (۲) ایضاً۔
(۳) مشکوٰۃ شریف۔ ۱۲ (۴) مشکوٰۃ شریف۔ ۱۲

ان پر آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی تو آپ نے فرمایا: آؤ بیٹی مرحبا! پھر ان کو آپ نے بٹھالیا، اس کے بعد چپکے سے ان کے کان میں کچھ فرمایا جس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ روئیں، جب آپ نے ان کو بہت رنجیدہ دیکھا تو دوبارہ آہستہ سے (ان کے کان میں) کچھ فرمایا، وہ اچانک ہنسنے لگیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو میں نے دریافت کیا کہ بتاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے آہستہ سے کیا فرمایا تھا؟ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو میں کیوں کھولوں؟ (سب سے فرمانے کی بات ہوتی تو آپ آہستہ سے کیوں فرماتے؟)۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میرا جو تم پر حق ہے اس کے زور میں پوچھتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا فرمایا تھا؟ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ ہاں اب بتاسکتی ہوں! پہلی مرتبہ جو آپ نے آہستہ سے فرمایا تو خبر دی تھی کہ جبریل ہر سال مجھ سے ایک مرتبہ قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور اس مرتبہ انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے اور میں (اس لئے) سمجھتا ہوں کہ دُنیا سے میرے کوچ کا وقت قریب آ گیا ہے، لہٰذا تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیونکہ میں تمہارے لئے پہلے سے جانے والوں میں بہت بہتر ہوں۔ یہ سن کر میں نے رونے لگی۔ جب آپ نے میرا رنج دیکھا تو دوبارہ آہستہ سے کچھ فرمایا، اور اس وقت کا فرمانا یہ تھا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ جنت کی عورتوں کی سردار ہوگی، یا

یہ فرمایا کہ مؤمن عورتوں میں سب کی سردار ہو۔ دُوسری روایت میں ہے کہ پہلی مرتبہ آپ نے آہستہ سے فرمایا کہ میں اسی مرض میں وفات پا جاؤں گا، لہٰذا میں رونے لگی، پھر دوبارہ آہستہ سے فرمایا کہ آپ کے گھر والوں میں سب سے پہلے میں ہی آپ سے جا کر ملوں گی، یہ سن کر مجھے ہنسی آگئی۔ (۱)

دِینی تربیت

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اُمت کی تربیت اور تزکیۂ نفس کے لئے تشریف لائے تھے۔ تربیت اور تزکیہ میں آپ کسی کا لحاظ نہیں فرماتے تھے، اپنی ازواج واولاد اور عزیز وقریب سب ہی کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے اور آخرت کا فکرمند بناتے تھے، جب آیتِ کریمہ: "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" (۲) نازل ہوئی تو سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں اور خاندان والوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا، اور قبیلوں اور بعض رشتہ داروں کا نام لے کر فرمایا کہ اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ، میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے اس موقع پر فرمایا کہ اے قریش! اپنے نفسوں کو دوزخ سے بچالو، میں اللہ کے معاملے میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ اور بنی عبد مناف سے بھی یہی فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اے عباس! میں اللہ کے معاملے میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا (اپنے کو دوزخ سے بچاؤ)۔

---

(۱) مشکوٰۃ شریف۔ ۱۲

(۲) (ترجمہ آیت) اور آپ اپنے نزدیک کے کنبے کو ڈرایئے۔

اے صفیہ! جو اللہ کے رسول کی پھوپھی ہیں، میں اللہ کے معاملے میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا (اپنے کو دوزخ سے بچاؤ)۔ اے محمد کی بیٹی فاطمہ! میرے مال میں سے تم جو چاہو سوال کرلو، میں اللہ کے معاملے میں کچھ کام نہیں آؤں گا (اپنے کو دوزخ سے بچالو)۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کردینے کے بعد بھی دِینی تربیت کا خاص خیال رکھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور ہم دونوں کو نمازِ (تہجد) کے لئے جگایا، پھر اپنے گھر میں تشریف لے گئے اور دیر تک نماز پڑھی، ہمارے اُٹھنے (اور وضو وغیرہ کرنے) کی کوئی آہٹ نہ سنی تو دوبارہ تشریف لائے اور مجھ کو جگایا اور فرمایا: اُٹھو نماز پڑھو، میں آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ خدا کی قسم! جتنی نماز ہمارے مقدر میں ہے وہی تو ہم پڑھیں گے، ہماری جانیں اللہ کے قبضے میں ہیں، جب اللہ تعالیٰ ہم کو بیدار فرمانا چاہتے ہیں بیدار فرمادیتے ہیں (اور تھوڑا بہت وقت جو ملتا ہے پڑھ لیتے ہیں) یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے اور میرے لفظوں کو (تعجب سے) دُہراتے ہوئے واپس ہوگئے

---

(۱) یعنی خود نیک کام کرو اور اللہ تعالیٰ کے اَحکام کے خلاف مت چلو، اللہ تعالیٰ نے عذاب دینا چاہا تو میں نہیں چھڑا سکوں گا، اس کا مطلب سفارش کی نفی نہیں ہے، بلکہ عمل پر اُبھارنا مقصود ہے اور جس کی شفاعت کی جائے اس کو بھی تو لائقِ سفارش ہونا ضروری ہے، جو مؤمن نہ ہوگا اس کی تو سفارش ہی نہ ہوگی۔ ۱۲ منہ

اور قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: "وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا" (یعنی آدمی جھگڑے میں سب سے بڑھ کر ہے)۔ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت سیّدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو معلوم ہوا کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام اور باندیاں آئی ہیں، چونکہ ان کو خود چکی پیسنا پڑتا تھا اس لئے ان کے ہاتھوں میں اس کے نشان پڑ گئے تھے، ان نشانوں کو دِکھانے اور خدمت کے لئے باندی یا غلام طلب کرنے کے لئے وہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم سرائے میں پہنچیں، آپ تشریف نہیں رکھتے تھے لہٰذا وہ اپنی معروض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ آئیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زنان خانے میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ماجرا عرض کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر آپ رات کو ہمارے پاس تشریف لائے، اس وقت ہم دونوں لیٹ چکے تھے، آپ کی آمد پر ہم نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا، آپ نے فرمایا: اپنی جگہ (لیٹے) رہو، پھر آپ میرے اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے درمیان بیٹھ گئے اور فرمایا: کیا تم کو میں اس سے بہتر نہ بتا دوں جو تم نے مجھ سے سوال کیا ہے؟ جب تم رات کو سونے کے لئے لیٹ جاؤ تو ۳۳ مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" اور ۳۳ مرتبہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اور ۳۴ مرتبہ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھا کرو، یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہوگا۔ (۲)

---

(۱) مسند احمد۔ ۱۲

(۲) مشکوٰۃ عن البخاری۔ ۱۲

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ان تینوں چیزوں کو (فرض) نماز کے بعد پڑھنے کو بھی فرمایا۔ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب سے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل سنا کبھی نہیں چھوڑا۔ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے سوال کیا (جس کو ابن الکواء کہتے تھے) جنگِ صفّین کی رات میں بھی آپ نے اس کو پڑھا؟ فرمایا: اس رات میں بھی میں نے نہیں چھوڑا (اوّل رات میں بھول گیا تھا پھر) آخرِ سحر میں یاد آیا تو پڑھ لیا۔ (۲)

اسی سلسلے میں یہ مضمون بھی روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خادم عطا فرمانے سے بڑی سختی سے اِنکار فرمایا اور یوں فرمایا کہ خدا کی قسم! تم کو (خادم) تو نہیں دُوں گا، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم کو دے دُوں اور صفہ (۳) میں رہنے والوں کے پیٹ بھوک سے پیچ کھاتے رہیں اور ان پر خرچ کرنے کو میرے پاس کچھ بھی نہ ہو؟ یہ غلام جو آتے ہیں ان کو فروخت کر کے صفہ والوں پر خرچ کروں گا۔ (۴)

---

(۱) مشکوٰۃ شریف۔ ۱۲ (۲) عمل الیوم واللیلۃ۔ ۱۲

(۳) اَصحابِ صفہ وہ حضرات تھے جو دِینِ متین کے لئے ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ آکر پڑ گئے تھے، نہ کاروبار کرتے تھے نہ ان کا گھر بار تھا، بھوک و پیاس کو غذا بنا کر درس گاہِ نبوی کے طالبِ علم بن کر رہتے تھے اور ذِکر و تعلیم ان کا مشغلہ تھا، مسجدِ نبوی سے باہر ایک صفہ (یعنی چبوترہ) سائبان ڈال کر ان حضرات کی اِقامت کے لئے بنا دیا گیا تھا، اس لئے ان کو ''اَصحابِ صفہ'' کہا جاتا ہے۔ مؤلفِ رسالہ ھٰذا نے ان حضرات کے احوال ایک رسالے میں لکھے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

(۴) اصابہ عن ابن سعد۔ ۱۲

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو اپنی صاحبزادیؓ کو ایک غلام یا باندی عنایت فرما دیتے، مگر آپ نے ضرورت کو پرکھا اور آپ کی خداداد بصیرت نے آپ کو اسی پر آمادہ کیا کہ صفہ میں رہنے والے میری بیٹی سے زیادہ ضرورت مند ہیں، کسی نہ کسی طرح دُکھ تکلیف سے محنت ومشقت کرتے ہوئے صاحبزادیؓ کی زندگی گزر تو رہی ہے، مگر صفہ والے تو بہت ہی بدحال ہیں جن کو فاقے پر فاقے گزر جاتے ہیں، ان کی رعایت مقدم ہے اور صاحبزادی کو ایسا عمل بتایا جو آخرت میں بے اِنتہا اجر وثواب کا ذریعہ بنے، دُنیا کی فنا ہونے والی تکلیف آخرت کے بے اِنتہا اِنعامات سے بے اِنتہا کم ہے، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا پڑھ لینا تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔

ابوداؤد شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے فاطمہ! اللہ سے ڈر اور اپنے رَبّ کا فریضہ ادا کر اور اپنے شوہر کا کام انجام دے اور سوتے وقت ۳۳ مرتبہ "سُبْحَانَ اللهِ" اور ۳۳ مرتبہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اور ۳۴ مرتبہ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھ لیا کر، یہ گنتی میں سو ہوگئے جو تیرے لئے خادم سے بہتر ہیں۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ میں اللہ (کی تقدیر) اور اس کے رسول (کی تجویز) سے راضی ہوں۔ شاید اس موقع پر اللہ سے ڈرنے کو اس لئے فرمایا کہ خدمت گزار طلب کرنے کو ان کے بلند مرتبہ کے خلاف سمجھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ سوتے وقت ان چیزوں کا پڑھ لینا آخرت

کے اُجور و درجات دِلانے کے ساتھ ساتھ دن بھر کی محنت و مشقت کی تھکن کو دُور کرنے کے لئے بھی مجرب ہے۔ (۱)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کو تشریف لے جاتے تھے تو اپنے گھر والوں میں سب سے آخری ملاقات حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک غزوہ سے تشریف لائے اور حسبِ عادت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جانے کے لئے ان کے گھر پہنچے، انہوں نے دروازے پر (زینت کے لئے عمدہ قسم کا) پردہ لٹکا رکھا تھا اور دونوں بچوں حضرت حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کو چاندی کے کنگن پہنا رکھے تھے، آپ اندر داخل ہوئے، پھر واپس ہوگئے، حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سمجھ لیا کہ اس وجہ سے اندر تشریف نہیں لائے لہٰذا (اسی وقت) پردہ ہٹا دیا اور کنگن اُتار لئے، دونوں بچے ان کنگنوں کو لئے ہوئے آنحضرت سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے پہنچے، آپ نے ان کے ہاتھوں سے وہ کنگن لے لئے اور مجھ سے فرمایا کہ اے ثوبان! (راویٔ حدیث) جاؤ

---

(۱) احقر راقم الحروف سے ایک بزرگ نے بیان فرمایا جنہوں نے اِحیائے دِین کے لئے ہزار میل کا ایک پیدل سفر کیا تھا کہ اس سفر میں مجھے ان تسبیحات کی قدر معلوم ہوئی اور بڑھاپے میں اتنا لمبا سفر آسانی سے طے ہوگیا، رات کو جب ان تسبیحات کو پڑھ لیا تو دِن بھر کی تھکن کافور ہوگئی۔ ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ

فاطمہ کے لئے ایک ہار عصب[1] کا اور دو کنگن ہاتھی دانت کے خرید کر لے آؤ، یہ میرے گھر والے ہیں، میں یہ پسند نہیں کرتا ہوں کہ اپنے حصے کی عمدہ چیزیں اس زندگی میں کھالیں[2] (یا پہن لیں)۔

ایک مرتبہ ایک واقعہ ایسا ہی پیش آیا اور وہ یہ کہ حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک شخص مہمان ہوا، اس کے لئے کھانا پکایا، حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بلا لیتے تو اچھا تھا، چنانچہ آپ کو کھانے کی دعوت دی اور آپ تشریف لے آئے، دروازے پر پہنچ کر چوکھٹ کو ہاتھوں سے پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور دیکھا کہ گھر میں ایک طرف نقشین پردہ لٹکا ہوا ہے، اس کو دیکھ کر آپ واپس ہو گئے، حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کی واپسی کا کیا باعث ہوا؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ نبی کے لئے یہ دُرست نہیں ہے کہ سجاوٹ اور ٹیپ ٹاپ والے گھر میں داخل ہو۔[3]

ایک مرتبہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے (کمسنی میں) صدقے کے مال کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں رکھ لی، حضورِ

---

(۱) عصب پٹھے کو کہتے ہیں، ممکن ہے کہ اس زمانے میں حلال جانوروں کے پٹھوں سے کسی قسم کا ہار بنا لیتے ہوں، بعض عالموں نے کہا ہے کہ ایک جانور کے دانت کو (بھی) عصب کہتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲

(۲) مشکوٰۃ عن احمد وابی داؤد۔ ۱۲

(۳) مشکوٰۃ عن احمد وابن ماجۃ۔ ۱۲

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً منہ سے نکال کر باہر ڈالنے کو فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ تم کو خبر نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے ہیں۔ (۱)

تربیت کے سلسلے کا ایک واقعہ یہ بھی اُسد الغابہ میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سو رہے تھے، حضرت حسینؓ نے کچھ پینے کو مانگا، وہیں ان حضرات کی ایک بکری تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دُودھ نکالا، ابھی آپ نے کسی کو دِیا نہ تھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پاس پہنچ گئے، آپ نے ان کو ہٹا دیا، حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ان دونوں میں آپ کو وہ دُوسرا (یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ) زیادہ پیارا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ بات نہیں، اصل بات یہ ہے کہ اس دُوسرے نے اس سے پہلے طلب کیا تھا، پھر فرمایا کہ میں اور تم اور یہ دونوں لڑکے اور یہ سونے والا قیامت کے روز ایک ساتھ ایک جگہ ہوں گے۔ (۲)

وفات

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ ماہ بعد وفات پائی، اس بارے میں اور بھی اقوال ہیں، مگر سب سے زیادہ صحیح یہی ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ آپ کے بعد ستره روز عالمِ دُنیا میں رہ کر اللہ کو

(۱) مشکوۃ شریف۔ ۱۲ (۲) اُسد الغابہ۔ ۱۲

پیاری ہوئیں،(۱) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ان کو بہت رنج ہوا اور آپ کے بعد جب تک زندہ رہیں کبھی ہنستی نہ دیکھی گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی تھی کہ میرے اہل میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ان کی وفات کے وقت حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا وہیں موجود تھیں، ان سے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ عورت کے جنازے کو صرف اُوپر سے ایک کپڑا ڈال کر (مردوں کے جنازے کی طرح) لے جاتے ہیں جس سے ہاتھ پاؤں کا پتہ چل جاتا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز بتائے دیتی ہوں جو حبشہ میں دیکھ کر آئی ہوں، یہ کہہ کر درخت کی ٹہنیاں منگا کر ایک مسہری سے بنادی اور اس پر کپڑا ڈال دیا۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو بہت پسند کیا اور حضرت اسماءؓ سے فرمایا کہ جب میں وفات پاجاؤں تو تم اور علی (رضی اللہ عنہ) مل کر مجھ کو غسل دینا اور کسی کو میرے غسل میں شرکت کرنے کے لئے مت آنے دینا۔ جب وفات ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غسل دینے کے لئے آئیں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کو روک دیا، انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے اسماء! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو آپ کی صاحبزادی کے پاس جانے سے کیوں روکتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ انہوں نے مجھ کو اس کی وصیت کی ہے۔ حضرت ابوبکر

(۱) ذکره فی أسد الغابة وفی ذلك اقوال آخر ذکرها الحافظ فی الإصابة۔ ۱۲

رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا ان کی وصیت پر عمل کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں ان کو غسل دیا،[۱] اور کفنا کر مسہری میں رکھ دیا، حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ میں رات کو ہی کو دفن کردی جاؤں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور قبر میں حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے فضل رضی اللہ عنہ اُترے۔

کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۳ر رمضان المبارک ۱۱ھ کو ہوئی، اس وقت ان کی عمر ۲۹ سال تھی اور بعض حضرات نے ۳۰ سال اور بعض نے ۳۵ سال بتائی ہے، یہ تمام تفصیل ''اُسد الغابہ'' میں لکھی ہے۔

اگر یہ صحیح مانا جائے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے ۳۵ ویں برس ان کی ولادت ہوئی تھی تو ۲۸، ۲۹ سال کے درمیان ان کی

---

(۱) حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ تعالیٰ الاصابہ میں لکھتے ہیں کہ ابن فتحون نے اس کو بعید سمجھ کر اعتراض کیا ہے کہ حضرت اسماءؓ اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے نکاح میں تھیں، ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر غسل دینا کیونکر دُرست ہوا؟ اور دُوسرا اِشکال حنفی مذہب کی بنا پر پیش آتا ہے کہ وفات کے بعد شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا، (کما قال فی الفتاوی العالمگیریة ویجوز للمرأة ان تغسل زوجها واما هو فلا يغسلها عندنا) دونوں اِشکالوں کا جواب اس طرح ہوسکتا ہے کہ ممکن ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پردہ ڈال کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو پانی دیتے جاتے ہوں اور وہ غسل دیتی جاتی ہوں اور انہوں نے کوئی اور عورت اپنے ساتھ مدد کے لئے بلالی ہو۔ واللہ اعلم۔ ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ

عمر ہوتی ہے جبکہ ان کا سن وفات ۱۱ھ مانا جائے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے، جنہوں نے ۳۵ برس کی عمر بتائی ان کے قول کی بنا پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے ۲۹ ویں برس ہونا لازم آتا ہے، لیکن یہ کسی کا قول معلوم نہیں ہوا، ''الاستیعاب'' میں بھی ایک ایسا واقعہ لکھا ہے کہ جس سے ۳۵ برس والے قول کی تردید ہوتی ہے۔

مسندِ احمد بن حنبل ؒ میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس مرض میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی میں ان کی تیمارداری کرتی تھی، ایک روز صبح ہوئی تو مجھ سے فرمایا کہ اے ماں! میرے لئے غسل کا پانی رکھ دو، چنانچہ میں نے اس کی تعمیل کی، پھر انہوں نے بہت اچھی طرح غسل کیا، اس کے بعد مجھ سے کپڑے طلب کئے کہ میرے نئے کپڑے دے دو، میں نے اس کی بھی تعمیل کی اور انہوں نے مجھ سے کپڑے لے کر زیبِ تن فرمالئے، پھر مجھ سے فرمایا کہ میرا بستر بیچ گھر میں بچھا دو، چنانچہ میں نے اس کی بھی تعمیل کی، اس کے بعد وہ قبلہ رُخ ہو کر اور اپنا ہاتھ رُخسار کے نیچے رکھ کر لیٹ گئیں اور مجھ سے فرمایا کہ اے ماں! اب میری جان جاتی ہے، میں نے غسل کرلیا ہے، مجھے کوئی نہ کھولے، چنانچہ اسی وقت جاں بحق ہوگئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہ تھے، باہر سے تشریف لائے تو میں نے ان کو خبر کردی۔ ''اُسد الغابہ'' میں بھی اس واقعے کو ''تذکرہ اُمّ سلمہ'' میں ذکر کیا ہے، لیکن علماء اس کو صحیح نہیں مانتے کہ وفات سے پہلے جو غسل کیا تھا اسی کو کافی سمجھا گیا بلکہ صحیح یہی ہے کہ حضرت علی اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما نے بعد وفات غسل دیا،

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ''الاصابہ'' میں اس کو بعید تسلیم کیا ہے کہ وفات سے پہلے جو غسل فرمالیا تھا اس پر اِکتفا کیا گیا ہو۔

جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دُوسرا نکاح نہیں کیا، جب ان کی وفات ہوگئی تو ان ہی کی وصیت کے مطابق ان کی بھانجی حضرت اُمامہ بنتِ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد آپ کی موجودگی ہی میں فوت ہوگئی تھی، پھر آپ کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی جلد ہی آپ سے جاملیں، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَاَرْضَاهَا۔

واقدی فرماتے تھے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی الموالی سے کہا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں دفن کی گئیں، اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت عقیلؓ (بن ابی طالب) کے مکان کے ایک گوشے میں دفن کی گئیں، ان کی قبر اور راستے کے درمیان سات ہاتھ کا فاصلہ ہے،[1] رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَاَرْضَاهَا۔

***

(۱) الاصابہ۔ ۱۲

خاتمہ

حضرت اِبراہیم رضی اللہ عنہ
ابنِ سیّدالبشر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے حضرت اِبراہیم رضی اللہ عنہ تھے، یہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی تھیں۔ ۶ھ میں جب سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکوں اور علاقوں کے حکمرانوں کو اِسلام کی دعوت کے خطوط لکھے، تو اسی سلسلے میں ایک خط مقوقس کو بھی لکھا، یہ عیسائی مذہب رکھتا تھا اور مصر اور اسکندریہ کا بادشاہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامے کی عبارت یہ ہے:

بسم الله الرحمٰن الرحيم، من محمد عبد الله ورسوله إلى المقوقس عظيم القبط سلام على من اتبع الهدى، اما بعد فانّي أدعوك بدعاية الإسلام اسلم تسلم يوتك الله أجرك مرتين فإن توليت فإن عليك إثم القبط يا أهل الكتاب تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم ألّا نعبد إلّا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضًا أربابًا من دون الله فإن

تولوا فقولوا اشھدوا بأنّا مسلمون۔

ترجمہ:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب محمد بن عبد اللہ ورسولہٗ

بنام مقوقس جو قبطیوں کا سردار ہے، سلام اس پر جو ہدایت کو مان لے، اس کے بعد مدعا یہ ہے کہ میں تجھ کو اِسلام کی دعوت دیتا ہوں، تو اِسلام قبول کر لے، اس کی وجہ سے تو سلامت رہے گا اور تجھے دُہرا اَجر اللہ تعالیٰ دیں گے اور اگر تو نے اسلام سے منہ موڑا تو تجھ پر نہ صرف اپنے گناہ کا وبال ہوگا بلکہ تمام قبطی قوم کی گمراہی تیرے ہی سر پڑے گی (اس کے بعد قرآن مجید کی ایک آیت لکھی جس کا ترجمہ یہ ہے)

اے اہلِ کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلّم ہونے میں برابر ہے، یہ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور خدا کو چھوڑ کر ہم میں سے کوئی کسی کو رَبّ قرار نہ دے، پھر اگر وہ لوگ اِعراض کریں تو تم کہہ دو کہ تم ہمارے اس اِقرار کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں۔ (آل عمران:۶۴)

اس والا نامے کو لے کر حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد بن کر روانہ ہوئے اور مقوقس کو اسکندریہ پہنچ کر وہ والا نامہ دے دیا، مقوقس نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا بہت اِعزاز

واِکرام کیا اور والا نامہ کھول کر پڑھا، اور پڑھنے کے بعد حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر کہا کہ اگر وہ نبی ہیں تو کیوں میرے حق میں بددُعا نہیں کردی جس کے اثر سے مجھ پر غلبہ پالیتے؟ حضرت حاطب نے اِلزامی[1] جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تم (حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو مانتے ہی ہو) بتاؤ انہوں نے اپنے مخالفین کے لئے بددُعا کر کے کیوں غلبہ نہ پالیا؟ مقوقس نے پھر دوبارہ یہی سوال کیا، انہوں نے پھر وہی جواب دیا، جس کی وجہ سے مقوقس خاموش ہوگیا، اس کی خاموشی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے سلسلۂ تبلیغ جاری کردیا اور خود بخود یوں گویا ہوئے:-

انہ قد کان قبلک رجل یزعم انہ الرب الأعلیٰ فأخذہ اللہ نکال الآخرۃ والأُولیٰ فانتقم منہ فاعتبر بغیرک ولا یعتبر غیرک بک۔

ترجمہ:- تجھ سے پہلے ایک شخص تھا (یعنی فرعون) جو اپنے آپ کو سب سے بڑا پروردگار کہتا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت اور دُنیا کے عذاب میں پکڑا اور اس سے اِنتقام لیا گیا،

---

(۱) اس وقت اِلزامی جواب دینے کی ضرورت تھی ورنہ تحقیقی جواب یہ ہے کہ یہ دُنیا دارالاسباب ہے، اس میں اللہ کی تشریع اور تکوین دونوں جاری ہیں، پیغمبروں کی محنت اور کوشش کے ذریعے جس سے ان کا اجر بے اِنتہا ہوجائے، اللہ تعالیٰ ہدایت پھیلانا چاہتے ہیں اور اِسلام قبول کرنے والے کی بھی یہ خوبی ہے کہ بجائے اس کے کہ بددُعا سے مجبور ہوکر راہ پر آئے خود دعوتِ حق پہنچنے پر اپنے اِختیار سے اِسلام قبول کرلے۔ ۱۲ منہ

لہٰذا تو دُوسروں سے عبرت حاصل کر، ایسا نہ ہو کہ (خدا کی طرف سے تیری گرفت ہو) اور دُوسرے تجھ سے عبرت حاصل کریں۔

یہ سن کر مقوقس نے کہا کہ ہم ایک دِین پر قائم ہیں، اس کو ایسے ہی دِین کے لئے چھوڑ سکتے ہیں جو ہمارے موجودہ دِین سے بہتر ہو۔ اس کے جواب میں حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور زیادہ جم کر اِسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ ہم تجھ کو تیرے دِین سے بہتر دِین کی طرف دعوت دیتے ہیں، ہماری دعوت اللہ کے دِین کی طرف ہے جس کے سامنے دُوسرے دِین کی ضرورت نہیں ہے، بلاشبہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جن کا قاصد بن کر میں آیا ہوں) انہوں نے لوگوں کو اِسلام کی دعوت دی تو سب سے زیادہ تکلیف پہنچانے پر قریشِ مکہ تل گئے اور یہود نے سب سے زیادہ دُشمنی پر کمر باندھی اور نصاریٰ سب سے زیادہ اُنس ومحبت(۱) سے پیش آنے والے ثابت ہوئے (جو جلد مسلمان ہوگئے)۔

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی بشارت دی، ایسی ہی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی دی تھی، ہم تجھ کو دعوت اس طرح دیتے ہیں جیسے تو اہلِ توراۃ کو اِنجیل کی دعوت دیتا ہے، پس جس طرح حضرت موسیٰ علیہ

---

(۱) سورۂ مائدہ کی آیت: "لتجدن اشد الناس ....." الآیہ کی طرف اِشارہ ہے۔ ۱۲

الصلوٰۃ والسلام اوران کی لائی ہوئی توریت شریف کو حق مانتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اوران کی لائی ہوئی اِنجیل کی دعوت دیتے ہو اسی طرح ہم بھی تم کو یہی دعوت دیتے ہیں کہ سابقہ نبیوں اور اللہ کی کتابوں کو حق مانتے ہوئے اب اس موجودہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اوراس کی لائی ہوئی کتاب کا اِتباع کرو، یہ قاعدہ رہا ہے کہ جو نبی کسی قوم میں آیا وہ قوم اس کی اُمتِ دعوت ہوگئی، اوراس کے ذمے اس نبی کا ماننا اور اِتباع کرنا ضروری ہوگیا لہٰذا اب جبکہ تو نے اس آخری پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زمانہ پالیا توان کا اِتباع کر اور یہ بات بھی صاف کردینا ضروری ہے کہ ہم تجھ کو عیسائی مذہب کے خلاف دُوسرے دِین پر آمادہ نہیں کررہے ہیں بلکہ عیسائی مذہب کی ایک بات پر عمل کرنے کو کہہ رہے ہیں (اور وہ بات یہ ہے کہ) حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بعد پیغمبر آخرالزماں کے آنے کی خبر دی تھی اوران کا نام احمد بتایا تھا، چنانچہ وہ تشریف لے آئے، اب حسبِ فرمانِ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اِتباع کرو۔

یہ باتیں سن کر مقوقس نے کہا کہ میں نے اس پیغمبر (آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں غور کیا تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ جس[1] چیز کے کرنے کا حکم فرماتے ہیں وہ عقل اور طبیعت کے خلاف نہیں ہے اور جس چیز سے منع فرماتے ہیں عقل ودانش کے اِعتبار سے کرنے کی نہیں ہے، میں نے جہاں تک

---

(۱) حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے مقوقس کو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ معلومات حاصل تھیں ان کی بنا پر یہ باتیں کیں۔ ۱۲ منہ

غور کیا اس سے یہ سمجھا وہ نہ جادوگر ہیں نہ گم کردہ راہ ہیں، نہ کاہن ہیں نہ کاذب، ان کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئیں ان سے پتہ چلا کہ وہ غیب کی باتوں کی خبر دیتے ہیں، یہ ان کے نبی ہونے کی نشانی ہے اور ان کا اِتباع کرنے کے سلسلے میں غور کروں گا۔ اس کے بعد سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامے کو حفاظت سے رکھنے کے لئے خادم کو دے دیا، کاتب کو بلایا جو عربی جانتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عبارتِ ذیل بھیجنے کے لئے لکھوائی:۔

> بسم الله الرحمٰن الرحيم، لمحمد بن عبدالله من المقوقس عظيم القبط سلام عليك، اما بعد فقد قرات كتابك وفهمت ما ذكرت فيه وما تدعو إليه وقد علمت ان نبيا قد بقي وكنت أظن أن يخرج من الشام وقد اكرمت رسولك وبعثته إليك بجاريتين لهما مكان من القبط عظيم وكسوة واهديت إليك بغلة لتركبها والسلام۔
>
> ترجمہ:۔ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، یہ خط ہے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام مقوقس کی جانب سے جو قبطیوں کا سردار ہے، تم پر سلام ہو، سلام کے بعد عرض ہے کہ میں نے آپ کا والا نامہ پڑھا اور جو کچھ آپ نے ذِکر فرمایا ہے اور جس چیز کی آپ نے دعوت دی ہے اس کو سمجھا، مجھے پہلے سے معلوم تھا کہ ایک نبی کی آمد

باقی ہے، لیکن میرا خیال تھا کہ وہ ملکِ شام میں تشریف لائیں گے (حجاز میں تشریف لانے کا گمان نہ تھا) میں نے آپ کے قاصد کا اعزاز و اکرام کیا اور ان کے ساتھ آپ کی خدمت میں دو باندیاں ہدیۃً (ماریہ اور سیرین) بھیج رہا ہوں جو قومِ قبط میں اپنا ایک مقام رکھتی ہیں، نیز کپڑے بھی بھیج رہا ہوں اور ایک خچر بھی آپ کی سواری کے لئے اِرسالِ خدمت ہے، والسلام۔

یہ تمام تفصیل ''مواہبِ لدنیہ'' میں لکھی ہے اور اس کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ مقوقس نے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ پہنچنے پر بس یہی کیا کہ آپ کی تعریف کی اور اپنے ایک مکتوب کے ساتھ مندرجہ بالا چیزیں ہدیۃً بھیج دیں، البتہ اسلام قبول نہیں کیا۔

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الاصابہ'' میں حضرت ماریہؓ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ مقوقس نے ۷ھ میں ماریہ اور ان کی بہن سیرین اور ہزار مثقال سونا اور بیس تھان کپڑا اور ایک خچر (جسے دلدل کہتے تھے) اور ایک گدھا جسے عفیر یا یعفور کہا جاتا تھا اور ایک مرد بوڑھا جو خصی تھا اور ماریہ کا بھائی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت حاطبؓ کے ساتھ ہدیۃً بھیجا (راستے میں) حضرت حاطبؓ نے حضرت ماریہ اور ان کی بہن سیرین رضی اللہ عنہما کو اِسلام کی ترغیب دی، چنانچہ وہ مسلمان ہوگئیں، لیکن وہ بڑے میاں مسلمان نہ ہوئے بلکہ بعد میں انہوں نے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی

میں مدینہ منورہ میں اسلام قبول کیا۔ (۱)

جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ چیزیں پہنچ گئیں تو آپ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس رکھ لیا اور ان کی بہن سیرین رضی اللہ عنہا کو ہدیۃً حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو دے دی، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے تھے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے، ان کی ولادت بماہ ذی الحجہ ۸ھ میں مدینہ منورہ سے کچھ دُور ایک بستی میں ہوئی (جسے "عالیہ" کہتے تھے) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ولادت سے بہت مسرور ہوئے اور ساتویں روز عقیقہ فرمایا اور ان کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی اور دُودھ پلانے کے لئے حضرت اُمِّ سیف رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا، ان کے شوہر انصاری تھے جو لوہار کا کام کرتے تھے۔ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے کسی کو اہل وعیال کے ساتھ رحمت وشفقت کا برتاؤ کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔ آپ کا صاحبزادہ شیرخوار ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے دُور ایک بستی میں دُودھ پیتا تھا، آپ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور ہم آپ کے ساتھ ہوتے تھے، جن صاحب کی بیوی دُودھ پلاتی تھی وہ لوہار کا کام کرتے تھے، بھٹی گرم کرنے کی وجہ سے گھر دُھوئیں سے بھر جاتا تھا اور آپ اسی دُھوئیں میں جا کر بیٹھ جاتے تھے اور بچے کو لے کر چومتے تھے۔ (۳)

(۱) الاصابہ۔ ۱۲ (۲) اُسد الغابہ والاصابہ۔ ۱۲
(۳) مسلم شریف۔ ۱۲

حضرت انس رضی اللہ عنہ اسی سلسلے کا ایک واقعہ یہ بھی بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچے اِبراہیم (رضی اللہ عنہ) کو دیکھنے کے لئے تشریف لے چلے، میں بھی ساتھ ہوگیا، جب ان صاحب کے قریب پہنچے جن کی بیوی صاحبزادہ کو دُودھ پلاتی تھی تو (میں نے دیکھا) وہ بھٹی گرم کر رہے ہیں اور سارا گھر دُھوئیں سے بھرا ہوا ہے، میں جلدی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھا اور ان صاحب سے کہا کہ اے ابو سیف! ذرا ٹھہرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، میری توجہ دِلانے سے انہوں نے بھٹی دھونکنا چھوڑ دیا، وہاں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو منگا کر چمٹا لیا اور (اس وقت کے مناسب پیار و محبت میں) مشیتِ خداوندی کے موافق (بہت کچھ) فرمایا۔[1]

حضرت اِبراہیم رضی اللہ عنہ نے ۱۶ یا ۱۷ ماہ کی عمر پاکر وفات پائی،[2] واقدی نے ان کی عمر ۱۸ ماہ اور بعض علماء نے ۱۶ مہینے اور ۱۸ روز بتائی ہے۔[3]

حضرت اِبراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہیں موجود تھے، ان کے آخری سانس جاری تھے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی حاضر تھے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہونے کو تعجب سے دیکھا اور ان کے دِل میں خیال آیا کہ اوّل تو

(۱) مسلم شریف۔ ۱۲ (۲) شرح مسلم للنوویؒ۔ ۱۲
(۳) اُسد الغابہ۔ ۱۲

آپ رونے سے منع فرماتے ہیں اور یوں بھی آپ مقربِ الٰہی ہیں، آپ کو دُنیا کی نعمت چلے جانے پر رونا کیوں آیا (یہ سوچ کر) سوال کیا کہ یا رسول اللہ! آپ بھی روتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عوف کے بیٹے! (یہ آنکھوں سے آنسو آجانا نہ بے صبری ہے نہ منع ہے نہ تعجب کرنے کی چیز ہے بلکہ فطری طور پر جو اِنسان کے دِل میں رحمت اور شفقت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے) یہ (اس) رحمت (کا اثر) ہے اس کے بعد پھر اندر سے آپ کا دِل بھر آیا اور دوبارہ رونے لگے اور یوں فرمایا:-

ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول إلّا ما یرضی ربنا وإنّا بفراقك یا إبراھیم لمحزونون۔

ترجمہ:- بے شک آنکھوں میں آنسو ہیں اور دِل میں رنج ہے اور زبان سے ہم کوئی ایسی بات نہیں کہتے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہو، ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رَبّ راضی ہو، اور تیری جدائی سے اے اِبراہیم! ہم کو رنج ہے۔

پھر اسی وقت حضرت اِبراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی، ان کی وفات پر سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا بچہ دُودھ پینے کے زمانے میں دُنیا سے رُخصت ہوگیا ہے اور یقین جانو اس کے لئے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے دُودھ پلانے والیاں مقرّر (کی گئیں) جو جنت میں دُودھ پلا کر اس مدّت کو پورا کریں گی جو دُودھ پلانے کی ہوتی ہے۔ (۱)

---

(۱) مسلم [illegible] ۱۲

مدّتِ رضاعت کی تکمیل کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بچے اور اس کے والدِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزّت افزائی کے لئے خصوصی طور پر دودُودھ پلانے والیاں مقرر کی گئیں اور اس بچے کو دُنیا سے رُخصت ہوتے ہی جنت میں بھیج دیا گیا۔[1] قال فی شرح المواهب وقدم الخبر (فی قوله ان له ظئرين) إشارة إلى اختصاص هذا الحكم ...إلخ۔

وفات کے بعد سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچے کی نمازِ جنازہ خود پڑھائی اور جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس دفن فرمایا۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو غسل دیا تھا اور قبر میں رکھنے کے لئے حضرت فضل اور اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُترے۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے تشریف فرما رہے، دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑک دیا گیا اور پہچان کے لئے چند سنگریزے قبر پر رکھ دیئے گئے، سب سے پہلے ان ہی کی قبر پر پانی چھڑکا گیا۔[2]

جاہلیت کے زمانے میں لوگوں کا خیال تھا کہ کسی بڑے آدمی کے پیدا ہونے یا وفات پانے کی وجہ سے چاند سورج گرہن ہوتے ہیں، جس دن حضرت اِبراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو سورج گرہن ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دو رکعت نماز بڑی لمبی پڑھائی، پھر جب گرہن ختم ہوگیا تو حاضرین سے فرمایا کہ چاند سورج اللہ کی نشانیوں میں سے دو

---

(۱) شرح نووی علی المسلم۔ ۱۲

(۲) اُسد الغابة، مشکوٰۃ شریف۔ ۱۲

نشانیاں ہیں، ان کے (گرہن کے) ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں اور یقین جانو کہ ان کا گرہن کسی کے مرنے اور پیدا ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتا، جب ایسا موقع آئے تو نماز میں مشغول ہو جاؤ اور اس حالت کے دُور ہونے تک نماز میں مشغول رہو۔(۱)

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اپنے بچے کی وفات کے بعد برسوں زندہ رہیں، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (بیت المال سے) ان کا خرچ اُٹھاتے تھے، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانۂ خلافت میں یہ سلسلہ جاری رکھا، حتیٰ کہ محرم ۱۶ھ میں حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے جنازے کی شرکت کا اِہتمام کیا کہ لوگوں کو باقاعدہ خود اِکٹھا کیا اور نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں،(۲) رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا وَعَنْ وَلَدِهَا۔

فائدہ

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس لئے بھیجے گئے کہ اُمت کو عمل سے اور قول سے ہر طرح کی تعلیم دیں، چنانچہ آپ کی زندگی میں ہر طرح کے حالات پیش آئے جو اُمت کے لئے نمونہ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور اِرشادات سے اُمت کو ہر شعبہ

(۱) نسائی شریف و اُسد الغابہ۔ ۱۲ (۲) الاصابہ۔ ۱۲

زندگی میں عمل کرنے کے لئے سبق ملتا ہے۔ حضرت اِبراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعے ہی کو لے لیجئے، اس میں بہت سے اَحکام وآداب ملتے ہیں۔

۱- بچوں کو چومنا، چمٹانا، پیار کرنا، دِین داری کے خلاف نہیں ہے بلکہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اپنی اولاد کی خیر خبر اور دیکھ بھال کے لئے ان کے پاس آنا جانا بھی عین دِین داری ہے۔

۲- بچوں کو اُن کی ماں کے علاوہ غیر عورت سے دُودھ پلوانا دُرست ہے۔

۳- یہ بھی معلوم ہوا کہ اکابر کے ساتھ خدام کا جانا بلکہ موقع کے مناسب ان سے آگے پہنچ کر ان کے بیٹھنے اُٹھنے اور آرام کا اِنتظام کر دینا مستحب ہے۔

۴- اپنی آل اولاد یا عزیز قریب کی وفات پر دِل کا رنجیدہ ہونا اور آنسوؤں کا آجانا خلافِ شریعت نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ مُلاَّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حالت اہلِ کمال حضرات کے نزدیک ان مشائخ کے حالات سے بہتر اور اکمل ہے جن کے حالات کے بارے میں منقول ہے کہ اپنی اولاد کی وفات پر ہنسے۔

البتہ یہ نادُرست اور خلافِ شریعت ہے کہ کسی کے وفات پانے پر زبان سے ایسے کلمات نکالے جو کفریہ کلمات ہوں اور جن سے اللہ تعالیٰ پر اِعتراض ہوتا ہو۔ رنج اور تکلیف کے موقع پر بھی اِنسان اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور اس وقت بھی اس کو اَحکامِ شریعت پر عمل کرنا ضروری ہے۔ آج کل بہت سے مرد اور عورتیں مصیبت کے وقت اپنے آپ کو بے خود سمجھ کر کفریہ کلمات زبان سے نکالتے ہیں اور کپڑے پھاڑتے ہیں اور زور زور سے روتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لیس منّا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعی بدعوی الجاهلية۔ راوه الشیخان وفی روایة لمسلم مرفوعًا: انا بریءٌ ممن حلق وصلق وخرق۔

ترجمہ:- وہ ہم میں سے نہیں جو (رنج وغم کے موقع پر) منہ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی دُہائی دے۔ دُوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: میں اس سے بَری ہوں جو (رنج وغم میں) بال منڈائے یا چلاّ کر روئے اور کپڑے پھاڑے۔ (مشکوٰۃ شریف)

الحمدللہ بناتِ طاہرات بلکہ تمام اولادِ امجاد کے ضروری اَحوال مکمل ہوگئے، اب اس رسالے کو ختم کرتا ہوں، ناظرین سے درخواست ہے کہ فقیر حقیر کو اور اس کے اساتذہ اور والدین کو اپنی دُعاؤں میں ضرور یاد فرمائیں۔

اللّٰهم اجعلنا متبعين لسنّة نبيّنا صلى الله عليه وسلم ومهتدين بهديه واجعلنا شاكرين لنعمتك مثنين بها قابليها واتمّها علينا واجعلنا مفلحين برحمتك يا ارحم الراحمين، وصلى الله تعالٰى على خير خلقه سيّدنا وسندنا محمّد وآله وصحبه اجمعين

ضمیمہ

چالیس حدیثیں

جن کا زیادہ تر تعلق عورتوں سے ہے

از مؤلفِ کتابِ ھٰذا

معلمِ اِنسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

۱- فرمایا کہ جب بندہ نے نکاح کرلیا تو نصف دِین کامل کرلیا، اب اس کو چاہئے کہ باقی نصف میں خدا سے ڈرے۔ (بیہقی)

۲- فرمایا کہ جب کوئی دِین دار اور خوش خلق تمہارے یہاں نکاح کا پیام بھیجے تو اس سے نکاح کردو، ورنہ زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔ (ترمذی)

۳- فرمایا کہ تین شخصوں کی مدد خدا کے ذمے ہے ۱: وہ غلام مکاتب(1) جس کی نیت ادائیگی کی ہو، ۲: وہ نکاح کرنے والا جس کی نیت پاک دامن رہنے کی ہو، ۳: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ (ایضاً)

۴- فرمایا کہ چار چیزیں دیکھ کر عورت سے نکاح کیا جاتا ہے، ۱: مال،

(۱) مکاتب وہ غلام جس کا آقا مخصوص رقم لے کر آزاد کرنے کا وعدہ کرلے۔ ۱۲

۲: خاندانی بڑائی، ۳: خوبصورتی، ۴: دِین داری، پس تم دِین دار عورت حاصل کر کے کامیاب بنو۔ (بخاری و مسلم)

۵۔ فرمایا کہ جب کبھی کوئی غیر مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو وہاں ضرور تیسرا شیطان (بھی) ہوتا ہے۔

۶۔ فرمایا کہ میری جانب سے عورتوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے کی وصیت قبول کرلو۔ (مشکوٰۃ)

۷۔ فرمایا کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے، کسی طرح سیدھی نہیں ہوسکتی، اس کی کجی کے ہوتے ہوئے ہی اس سے نفع حاصل کر سکتے ہو، اگر اس کو سیدھی کرنے لگو گے تو توڑ دو گے اور عورت کا توڑنا طلاق دے دینا ہے۔ (مسلم)

۸۔ فرمایا کہ اپنی عورت کو غلام کی طرح نہ مارو (کیونکہ) آخر شام کو اس کے ساتھ لیٹو گے۔ (مشکوٰۃ)

۹۔ فرمایا کہ بلاشبہ کامل ایمان والے مؤمن وہ بھی ہیں جو خوش خلق ہیں اور اپنی بیویوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ رکھتے ہیں۔ (ترمذی)

۱۰۔ فرمایا کہ جس کو یہ چار چیزیں مل گئیں اس کو دُنیا و آخرت کی بھلائی مل گئی، ۱: شکر گزار دِل، ۲: اللہ کی یاد میں مشغول رہنے والی زبان، ۳: مصیبت پر صبر کرنے والا بدن، ۴: امانت دار بیوی جو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں خیانت نہ کرے۔ (مشکوٰۃ)،

۱۱۔ فرمایا کہ طلاق سے زیادہ بغض والی کوئی چیز خدا نے زمین پر پیدا نہیں فرمائی۔ (مشکوٰۃ)

۱۲- فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے، یہاں تک کہ وہ نکاح کرلے یا چھوڑ دے۔ (ایضاً)

۱۳- فرمایا کہ وہ شخص ملعون ہے جو اپنی عورت سے اغلام کرے۔ (احمد، ابوداؤد)

۱۴- فرمایا کہ جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان دونوں میں برابری نہ کرتا ہو تو قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔ (ترمذی)

۱۵- فرمایا کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے جس کی وجہ سے مرد ناراضگی میں رات گزارے تو صبح تک عورت پر فرشتے لعنت کرتے رہیں گے۔ (مشکوٰۃ)

۱۶- فرمایا کہ جو عورت اپنے شوہر کو راضی چھوڑ کر مرے وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (مشکوٰۃ)

۱۷- فرمایا کہ جب عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے اور روزے رمضان کے رکھے اور اپنی عصمت محفوظ رکھے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ (ایضاً)

۱۸- فرمایا کہ جب مرد اپنی حاجت کے لئے بیوی کو بلائے تو آجائے اگرچہ تنور پر کام کر رہی ہو۔ (ترمذی)

۱۹- فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف یا غلام کو اس کے آقا کے خلاف بھڑکائے۔ (مشکوٰۃ)

۲۰- فرمایا کہ کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزے نہ رکھے کہ شوہر گھر پر ہو۔ (ابوداؤد)

۲۱- فرمایا کہ تین شخصوں کی نہ نماز قبول ہوتی ہے، نہ ان کی کوئی نیکی اُوپر جاتی ہے، ۱: بھاگا ہوا غلام جب تک واپس آ کر اپنے آقا کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دے دے، ۲: وہ عورت جس سے اس کا شوہر ناراض ہو، ۳: نشہ پی کر بے ہوش ہو جانے والا جب تک ہوش میں نہ آئے۔ (مشکوٰۃ)

۲۲- فرمایا کہ جو عورت بغیر مجبوری کے اپنے شوہر سے طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (ترمذی)

۲۳- فرمایا (ایک سوال کے جواب میں) کہ بہتر عورت وہ ہے جو اپنے مرد کو خوش کرے جب مرد اس کی طرف دیکھے اور جب مرد حکم کرے تو کہا مانے اور اپنی جان کے بارے میں شوہر کی مخالفت نہ کرے (یعنی غیر سے آنکھ نہ ملائے اور دِل نہ لگائے) اور شوہر کے مال میں اس کی مرضی کے خلاف تصرف نہ کرے۔ (مشکوٰۃ)

۲۴- فرمایا کہ جو شخص مقدور ہوتے ہوئے عمدہ کپڑے تواضعاً نہ پہنے، خدا اس کو کرامت کا جوڑا پہنائے گا اور جو شخص اللہ کے لئے نکاح کرے خدا اس کو شاہی تاج پہنائے گا۔ (مشکوٰۃ)

۲۵- فرمایا کہ خدا کی لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کے مشابہ بنیں اور خدا کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو مردوں کے مشابہ بنیں۔ (مشکوٰۃ)

۲۶- فرمایا کہ مردوں کی خوشبو ایسی ہو جس کا رنگ نظر نہ آئے اور خوشبو آئے اور عورتوں کی خوشبو ایسی ہو جس کا رنگ نظر آئے اور خوشبو کم آئے۔ (ترمذی)

۲۷- فرمایا کہ شراب میں سارے گناہ موجود ہیں اور عورتیں شیطان کے جال

ہیں اور دُنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ (مشکوٰۃ)

۲۸- فرمایا کہ میں نے جنت میں نظر ڈالی تو دیکھا کہ اکثر غریب ہیں اور دوزخ میں نظر ڈالی تو دیکھا کہ اس میں اکثر عورتیں ہیں۔ (مشکوٰۃ)

۲۹- فرمایا کہ اے عورتو! صدقہ کیا کرو اگرچہ زیور ہی سے دو کیونکہ قیامت کے دن دوزخ میں اکثر تم ہی ہو گی۔ (مشکوٰۃ)

۳۰- فرمایا کہ عورت چھپی ہوئی چیز ہے جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تکنے لگتا ہے۔ (ترمذی)

۳۱- فرمایا کہ عورتوں کی مکاریوں سے بچو، کیونکہ بلاشبہ بنی اِسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں میں کھڑا ہوا۔ (مشکوٰۃ)

۳۲- فرمایا کہ کوئی مؤمن اپنی مؤمن بیوی سے بغض نہ رکھے، کیونکہ اگر اس کی ایک خصلت ناپسند ہو گی تو دُوسری پسند آجائے گی۔ (ایضاً)

۳۳- فرمایا کہ جس نے اس عورت کو تسلی دی جس کا بچہ جاتا رہا ہو تو اس کو جنت میں چادریں پہنچائی جائیں گی۔ (ایضاً)

۳۴- فرمایا کہ اس عورت پر خدا لعنت کرے جو (کسی کے مرنے پر) زور سے اور بیان کر کے روئے اور اس عورت پر جو اس کا رونا سنے۔ (ایضاً)

۳۵- فرمایا کہ اے عورتو! "سُبْحَانَ اللهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" اور "سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ" کا وِرد رکھو اور انگلیوں پر پڑھا کرو، کیونکہ انگلیوں سے معلوم کیا جائے گا اور ان کو زبان دی جائے گی اور خدا کی یاد سے غافل نہ ہو جاؤ ورنہ رحمتِ خداوندی سے بھلا دی جاؤ گی۔ (ترمذی)

۳۶- فرمایا کہ خبردار! تم سب کے سب نگہبان ہو، اور سب سے اپنی اپنی رعیت[1] کا سوال ہوگا، صاحبِ اِقتدار عوام کا نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت کا سوال ہوگا، اور مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت کا سوال ہوگا، اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگہبان ہے اس سے شوہر کے مال واولاد کا سوال ہوگا، اور غلام اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے اس سے اس کے مال کا سوال ہوگا، خبردار! تم سب نگہبان ہو اور سب سے اپنی اپنی رعیت کا سوال ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

۳۷- فرمایا کہ جو عورت خوشبو لگا کر مردوں پر گزرے تاکہ اس کی خوشبو سونگھیں تو ایسی عورت زِناکار ہے، پھر فرمایا کہ ہر آنکھ زِناکار ہے (یعنی نامحرم مرد یا عورت کو دیکھنا بھی ازِنا ہے)۔ (ترغیب)

۳۸- فرمایا کہ دو گروہ دوزخی ہوں گے جن کو میں نے نہیں دیکھا ہے، یعنی ابھی وہ موجود نہیں ہوئے، اوّل وہ لوگ جو بیلوں کی دُموں کی طرح کوڑے لئے پھریں گے اور ان سے لوگوں کو ماریں گے، دُوسرے وہ عورتیں جو کپڑے پہنے ہوں گی (مگر) ننگی ہوں گی[2]، مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود

---

(۱) جو چیز کسی کی نگرانی میں دی جائے عربی میں اسے اس شخص کی رعیت کہتے ہیں۔

(۲) کپڑے پہنے ہوئے ننگی ہونے کی کئی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ کپڑے باریک ہوں جن سے بدن نظر آئے، دُوسرے یہ کہ چست لباس ہو جو بدن کی ساخت کو ظاہر کرتا ہو، تیسرے یہ کہ لباس اس قدر کم ہو جو پورے بدن کو نہ ڈھکتا ہو، جیسے آج کل کی عورتیں صرف فراک پہن کر رہتی ہیں اور لڑکیوں کو اکثر پہنایا جاتا ہے جس کے نیچے پاجامہ نہیں ہوتا لہٰذا پنڈلیاں اور ساری بانہیں سب دیکھتے ہیں، العیاذ باللہ۔

ان کی طرف مائل ہوں گی، ان کے سر اُونٹوں کے جھکے ہوئے کوہانوں کی طرح ہوں گے، یہ عورتیں جنت میں داخل نہ ہوں گی اور اس کی خوشبو تک نہ سونگھیں گی۔ (مسلم)

۳۹- فرمایا کہ جو کچھ تو اپنے آپ کو کھلائے وہ صدقہ ہے اور جو اپنی اولاد کو کھلائے وہ صدقہ ہے اور جو اپنی بیوی کو کھلائے وہ صدقہ ہے اور جو اپنے خادم کو کھلائے وہ صدقہ ہے۔ (احمد)

۴۰- فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس عورت کی طرف (نظرِ رحمت سے) نہ دیکھے گا جو اپنے شوہر کی شکر گزار نہیں حالانکہ اس کی محتاج رہتی ہے۔ (نسائی)

***

ضروری مسئلے متعلقہ

لباس اور زیور

لباس تن ڈھکنے کی چیز ہے اور اس فائدے کے علاوہ سردی گرمی کا بچاؤ بھی لباس سے ہوتا ہے، دینِ اسلام نے خوبصورت لباس پہننے کی اجازت دی ہے، مگر اسی حد تک اجازت ہے جبکہ فضول خرچی نہ ہو اور اِترا وا اور دِکھاوا مقصود نہ ہو اور غیر قوموں کا لباس نہ ہو۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ پیو اور صدقہ کرو اور پہنو جب تک کہ فضول خرچی اور خود پسندی (یعنی مزاج میں بڑائی) نہ آئے۔[1] آج کل مسلمان عورتوں نے لباس پہننے کے بارے میں کئی خرابیاں پیدا کرلی ہیں، ہم ان پر تنبیہ کرتے ہیں۔

ایک خرابی یہ ہے کہ باریک کپڑے پہنتی ہیں، باریک کپڑا جس سے بدن نظر آئے اس کا پہننا نہ پہننا دونوں برابر ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھتیجی ایک مرتبہ ان کے پاس آئیں، ان کی اوڑھنی باریک تھی، حضرت

(۱) مشکوٰۃ۔ ۱۲

عائشہؓ نے وہ اوڑھنی پھاڑ ڈالی اور اپنے پاس سے موٹے کپڑے کی اوڑھنی اُڑھادی۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخیوں کے دو گروہ پیدا ہونے والے ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا ہے (کیونکہ ابھی وہ پیدا نہیں ہوئے ہیں) ایک گروہ ایسا پیدا ہوگا جو بیلوں کی دُموں کی طرح (لمبے لمبے) کوڑے لئے پھریں گے اور ان سے لوگوں کو مارا کریں گے۔ دُوسرا گروہ ایسی عورتوں کا پیدا ہوگا جو کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی (غیر مردوں کو) اپنی طرف مائل کریں گی اور خود بھی (ان کی طرف) مائل ہوں گی، ان کے سر اُونٹوں کی جھکی ہوئی کمروں کی طرح ہوں گے، یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو سونگھیں گی۔[1] دیکھو کیسی سخت وعید ہے کہ ایسی عورتیں جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گی، جنت میں جانے کا تو ذِکر ہی کیا ہے۔ کپڑا پہنے ہوئے ننگا ہونے کی کئی صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ کپڑے باریک ہوں اور دُوسری صورت یہ ہے کہ تھوڑا سا کپڑا پہن لیں اور جسم کا بہت سا حصہ کھلا رہے، جیسے فراک پہن کر بازاروں میں چلی جاتی ہیں اور سر اور بانہیں اور منہ اور پنڈلی سب کھلی رہتی ہیں، اللہ بچائے ایسے لباس سے۔

دُوسری خرابی یہ ہے کہ کافر عورتوں کی نقل اُتارتی ہیں، جو لباس عیسائی لیڈیاں یا سینما میں کام کرنے والی ایکٹرز پہنتی ہیں وہی خود پہننے لگ جاتی ہیں۔ یاد رکھو! دُوسری قوموں کا لباس پہننا سخت گناہ ہے، اِرشاد فرمایا رسول

(۱) مشکوٰۃ شریف۔ ۱۲

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے کسی قوم کی طرح اپنا حال بنایا وہ اُن ہی میں سے ہے۔(۱)

تیسری خرابی یہ ہے کہ نام اور نمود اور بڑائی جتانے اور اپنی مال داری ظاہر کرنے کے لئے اچھا اچھا لباس پہنتی ہیں، نام ونمود بُری چیز ہے، اِرشاد فرمایا حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے دُنیا میں نام ہونے کے لئے کپڑا پہنا، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو ذِلت کا لباس پہنائیں گے۔(۲)

چوتھی خرابی یہ ہے کہ بلاضرورت کپڑے بناتی رہتی ہیں، فیشن والے نئے نئے ڈیزائن نکالتے رہتے ہیں، جہاں کسی عورت کو دیکھا کہ نئی وضع کا کپڑا پہنے ہوئے ہے، بس اب شوہر کے سر ہو جائیں گی، اُدھار قرض کرکے جیسے بھی ہو، اس قسم کا لباس بنادے، یہ فضول خرچی اور شوہر کے ستانے کی باتیں ہیں، جسم چھپانے کے لئے اور سردی گرمی سے بچنے کے لئے شرع کے مطابق لباس پہنو، دو تین جوڑے ہوں اسی پر بس کرو، بلاضرورت شوہر کو لوہے کے چنے چبوانا بُری بات اور سخت عیب ہے، پھر یہ مصیبت بھی ہے کہ اگرچہ کئی جوڑے رکھے ہیں مگر ملنے جلنے کے لئے ہر موقع پر نیا جوڑا پہننا ضروری سمجھتی ہیں، یہ خیال ہوتا ہے کہ دیکھنے والی عورتیں کہیں گی کہ اس کے پاس بس یہی تین چار جوڑے ہیں، ان ہی کو بار بار پہن کر آجاتی ہے، صرف ناک اُونچی کرنے اور بڑائی جتانے کے لئے شوہر کو ستاتی ہیں اور تقاضا ہے کہ اور کپڑے بنادے، اگر اس نے خیال نہ کیا تو جو روپیہ اس نے کسی سخت ضرورت کے لئے یا کسی کا قرض دینے کے لئے رکھا تھا

---

(۱) ایضاً۔۱۲ (۲) ایضاً۔۱۲

چپکے سے نکال کر کپڑا خرید لیا، اب شوہر پریشان ہوتا ہے، جس کا قرض تھا اس کے سامنے ذلیل ہوتا ہے یا اور کسی بڑی پریشانی میں پڑجاتا ہے، خبردار! ایسا مت کیا کرو۔

برقع

برقع سر سے پاؤں تک جسم چھپانے کے لئے بہترین چیز ہے، مگر اب ایسا برقع بننے لگا ہے کہ اس پر بیل بوٹے بنائے ہوتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ جو نہ دیکھے وہ بھی دیکھے، کچھ تو کسی کا خیال ہماری طرف آوے۔ توبہ! پردہ کیا ہوا نظر کھینچنے والا کپڑا بن گیا۔ اور بہت سی عورتیں ایسا اُونچا برقع پہنتی ہیں کہ شلوار یا ساڑھی جو پنڈلیوں پر ہوتی ہے سب کو نظر آتی ہے اور پاؤں بھی دِکھتے ہیں، ایسا برقع مت پہنو، خوب نیچا برقع پہنو۔ اور بہت سی عورتیں برقع کے اندر سے دوپٹے کا کچھ حصہ باہر کو لٹکا دیتی ہیں، یہ بھی بُری حرکت ہے، وہ کیا پردہ ہوا جس سے غیر کی نظر اپنی طرف متوجہ ہوئی۔ ساڑھی اگر پہنو تو اتنی نیچی پہنو کہ پنڈلیاں اور ٹخنے چھپے رہیں اور پوری آستین کا کُرتا یا قمیص پہن کر جو اتنا لمبا ہو کہ پیٹ اور کمر نہ کھلے، اُوپر سے ساڑھی پہن لو، پیٹ اور کمر کا سخت پردہ ہے، اپنے سگے بھائی اور باپ سے بھی ان دونوں کو چھپاؤ۔

زیور

عورتوں کو زیور پہننا جائز ہے لیکن زیادہ نہ پہننا بہتر ہے، جس نے دُنیا میں نہ پہنا اس کو آخرت میں بہت ملے گا۔

مسئلہ:- بجنے والا زیور پہننا دُرست نہیں، اور چھوٹی لڑکی کو پہنانا بھی دُرست نہیں، جیسے جھانجن وغیرہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیوی تھیں، ان کے پاس ایک عورت آئی ایک بچی کو لے کر، اس بچی نے بجنے والا زیور پہن رکھا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اس بچی کو میرے پاس ہرگز نہ لانا، جب تک کہ اس کا یہ زیور کاٹ کر علیحدہ نہ کردو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس گھر میں بجنے والے گھونگھرو ہوں، اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (۱)

مسئلہ:- چاندی سونے کے علاوہ کسی دُوسری چیز کا زیور پہننا بھی دُرست ہے، جیسے پیتل، گلٹ، رولڈ گولڈ کا زیور، مگر انگوٹھی سونے چاندی کے علاوہ کسی دُوسری چیز کی دُرست نہیں، اور مردوں کو صرف چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، (۲) کسی اور چیز کی جائز نہیں چاہے سونا ہو یا اور کوئی دھات ہو۔

مسئلہ:- جو چیزیں مردوں کو پہننا جائز نہیں، نابالغ لڑکوں کو پہنانا بھی جائز نہیں، لڑکوں کو ریشمی کپڑا یا کان میں بالی بُندا یا گلے میں ہنسلی ڈالنا یا چاندی کا تعویذ بنانا یہ سب ناجائز ہے۔

مسئلہ:- چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا یا چاندی سونے کے چمچے سے کھانا یا ان سے بنے ہوئے خلال سے دانت صاف کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:- سونے چاندی کی سرمہ دانی یا سلائی سے سرمہ لگانا یا ان کی

---

(۱) مشکوٰۃ شریف۔ ۱۲

(۲) بشرطیکہ ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو۔ ۱۲

پیالی سے تیل لگانا یا ایسے آئینے میں منہ دیکھنا جس کا فریم سونے یا چاندی کا ہو، یہ سب ناجائز ہے، مردوں اور عورتوں سب کا ایک حکم ہے۔

تنبیہ:- زیور پہن کر دِکھاوا کرنا اور بڑائی جتانا سخت گناہ ہے، بہت سی عورتیں زیور پہن کر ترکیبوں سے اپنا زیور ظاہر کرتی ہیں، گرمی لگنے کے بہانے سے گلے کا ہار اور کانوں کے بُندے دِکھاتی ہیں، کوئی نہ پوچھے تو طرح طرح کی باتیں چھیڑ کر اپنے بُندوں کی قیمت اور ڈیزائن کا انوکھا ہونا ظاہر کرتی ہیں اور مال داری کی بڑائی جتاتی ہیں، یہ سخت گناہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا کہ تم چاندی کے زیور سے گزارہ نہیں کرسکتی ہو؟ (پھر فرمایا کہ) جو عورت تم میں سے سونے کا زیور پہن کر (بڑائی جتانے کے لئے) دِکھائے گی تو اس کی وجہ سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا، آمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

***

حُقوق الوالدین

حضرت مولانا مُفتی محمّد عاشق الٰہی بُلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

ادارۃ المعارف کراچی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے
مکتوباتِ شریفہ

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ

ادارۃ المعارف کراچی

اُمّتِ مُسلمہ کی مائیں رضؓ

حضرت مولانا مُفتی مُحمّد عاشِق الٰہی بُلندشہری رحمۃ اللہ علیہ

اِدارۃُ المعارِف کراچی ۱۴







مکتبہ معارف القرآن کراچی

(Quranic Studies Publishers)

www.maktabamaarifulquran.com